تو نمازِ عشق ہے
قرۃ العین خرم ہاشمی
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تو نمازِ عشق ہے

قرۃ العین خرم ہاشمی

کبھی خود کو تجھ میں سمو کے
میں لکھوں چاہتوں کے مکالمے
کبھی نام اپنا نکال لوں
تیرے نام کی کسی فال سے
جو تیرے خیال کو جاوداں
جو مرے سخن کو امر کر دے
وہی ایک لمحہ تراش لوں
تیرے ہجر کے مہ و سال سے

آج صبح سے ہی لندن کا موسم ابر آلود تھا، گھنے سیاہ کالے کالے بادلوں نے آسمان کو ڈھانپ لیا تھا اور دن کی روشنی کو شام کے سنہری پن میں بدل کر رکھ دیا تھا، کچھ ہی دیر بعد موسلا دھار بارش نے ہر طرف جل تھل کر دی تھی۔

سسٹر ماریہ نے بارش سے بچنے کے لئے سر پہ چھتری تان رکھی تھی، مگر ہوا کے ساتھ اُڑتے بارش کی بوندوں نے اسے کافی حد تک بھگو دیا تھا، جس کی سسٹر ماریہ کو کوئی پرواہ نہیں تھی، بارش کے قطروں نے اس کے مغموم چہرے کو بھگو رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی سسٹر ماریہ کی آنکھوں سے ٹپکتے آنسو بھی شامل تھے۔

قبرستان میں بہت تھوڑے لوگ موجود تھے اور ان میں سے بھی مرنے والے کو صرف سسٹر ماریہ ہی قریب سے جانتی تھی، سسٹر ماریہ سے اس کا تعلق قائم ہوئے بھی بہت لمبا عرصہ نہیں گزرا تھا، مگر کسی سے تعلق قائم کرنے اور اسے سمجھنے کے لئے وقت کا سفر کسی ایک خاص لمحے میں طے ہوتا ہے اور اسی لمحے کی قید میں آ کر بہت سے انجان لوگ ہمیشہ کے لئے اپنے بن جاتے ہیں اور بن کہے دل کے نہاں خانے میں چھپے رازوں کے امین بن جاتے ہیں اور ایسا ہی رشتہ تھا سسٹر ماریہ کا، مرنے والی سے، سسٹر ماریہ نے بھیگی پلکیں اٹھا کر آسمان سے برستے پانی کو دیکھا۔

مکمل ناول

"کتنی عجیب بات ہے میں نے زندگی میں کبھی تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا باوجود اس کے کہ تمہاری آنکھیں ہمیشہ نم رہتی تھیں، جیسے دل کے اندر پھیلا غم آنکھوں میں نم بن کر پھیلا ہو، مگر تمہارے ہونٹوں پہ پھیلی افسردہ سی مسکراہٹ۔" سسٹر ماریہ نے جھک کر قبر کی نم مٹی پہ ہاتھ پھیرا اور آہ بھری۔

"ایسا لگتا ہے جیسے جاتے جاتے تم نے اپنے سب آنسوؤں، آسمان کو دان کر دیئے مگر یہ سوچے بغیر کہ ان آنسوؤں کی اصل زمین تو کب سے سیراب ہونے کے لئے منتظر ہے اپنے جذبوں کے بنجر پن کے ساتھ دنیا کے لئے تو یہ شفاف پانی کے قطرے ہیں مگر میں جانتی ہوں کہ یہ تمہارے وہ آنسو ہیں جنہیں تم نے ہمیشہ خود میں سمو کر رکھا تھا۔" سسٹر ماریہ نے خود کلامی کی جیسے قبر میں سویا وجود اسے سن رہا ہو، احساس کے رشتے ایسے ہی ہوتے ہیں، سسٹر ماریہ دھیرے سے اٹھی اور ایک الوداعی نظر قبر پہ ڈالی اور مڑ کر قبرستان کے پھاٹک کو کھول کر باہر کو نکل گئی، اب اسے مٹی کے نیچے سوئے ہوئے وجود سے کیا وہ وعدہ پورا کرنا تھا جو سیاہ جلد کی ڈائری میں قید اس کی الماری میں بند پڑا تھا۔

☆☆☆

"میں تمہارے ساتھ اپنے سارے خواب چاہتا ہوں۔" سمندر کی لہروں سے کھیلتی لڑکی ٹھٹک کر رک گئی، اس کے خوبصورت نیلے رنگ کے کپڑے اسے پانی کا حصہ بنا رہے تھے اس کی گہری گہری سنہری جھیل جیسی آنکھوں میں حیرانی مجسم تھی، تیز ہوا سی اڑتی لٹیں اس کے خوبصورت چہرے سے لپٹ رہی تھی جن سے بے پرواہ وہ حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو پینٹ کے پائنچے چڑھائے کہنی تک شرٹ کے بازو فولڈ کئے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے سمندر میں کھڑی اس جل پری کو دیکھ رہا تھا جو اس کے دل کا مکین ہو کر بھی معصوم اور انجان تھی۔

"تم جانتی ہو میرے خواب کیا ہیں؟" اس نے جل پری کے وجود کو نظروں کے حصار سے آزاد کیا اور واپس جاتی لہروں کو دیکھتے ہوئے اپنے خواب سنانے لگا۔

"بہت چھوٹے چھوٹے خواب ہیں میرے، میں اپنے گاؤں کی سرسبز لہراتی فصلوں میں تمہارے ہنستے مسکراتے وجود کو قید کرنا چاہتا ہوں جب بارش کی بوندیں میرے صحن کی سرخ اینٹوں پہ ناچے میں تمہیں اس بارش میں بھیگتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں، سرسوں کے کھلے پیلے پھولوں میں تمہیں ڈھونڈنا چاہتا ہوں اور تم مجھ سے چھپتی چھپاتی مجھ سے ہی آن ٹکراؤ اور پھر بے ساختہ ہنس پڑو، میرے چھوٹے سے گھر کے کونے کونے میں تمہاری آہٹیں ہوں، میرے گھر کی ہر چیز پہ تمہارا لمس، تمہاری نرماہٹیں ہوں، میرے دن، میری شاموں، میری رات کو، مقصد مل جائے، ان میں رنگ بھر جائیں اگر تم ان میں شامل ہو جاؤ۔" اس نے گہری سانس لے کر اپنی نظریں دوبارہ مجسمہ بنی لڑکی پہ ڈالی اور پاس آ کر دھیرے سے اس کے چہرے کو چھوتی بالوں کی لٹ کو چھوا اور بے اختیار ہو کر بولا۔

"تم جانتی ہو تم میری ذات کا سورج ہو جس کی کرنوں سے میرے ذات کے چور اور چھپے ہوئے کونے روشن ہو گئے ہیں، میں کہیں بھی چلا جاؤں میں کچھ بھی کروں میرا مرکز ہمیشہ تم رہتی ہو، بالکل ایسے جیسے سورج مکھی کے پھولوں کا رخ ان کا مرکز ہمیشہ سورج ہی رہتا ہے، میں لاکھ کوشش کروں مگر میرا ہر راستہ تم سے شروع ہو کر تم تک ہی آتا ہے، مجھے لگتا ہے کہ تم میری ذات کا وہ گم شدہ حصہ ہو جس میں میرے وجود کی تکمیل چھپی ہوئی ہے اور میں تم سے مل کر اپنی تکمیل کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور اپنا خوبصورت اور مضبوط مردانہ ہاتھ اس جل پری کے سامنے پھیلاتے ہوئے بولا۔

"کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟" وہ ہاتھ پھیلائے اپنے وجود کا گم شدہ حصہ مانگ رہا تھا اور وہ حیرانی سے ساکت ہو کر اس کے پھیلے ہاتھ کو دیکھتی نفی میں سر ہلاتی چند قدم پیچھے ہٹی اور پھر ایک دم پلٹ کر بھاگ گئی۔

اور وہ حیران و پریشان سا اسے جاتے دیکھنے لگا، اپنے پھیلے خالی ہاتھ پہ نظر ڈالتے ہی وہ سختی سے لب بھینچ کر رہ گیا اور دور جاتے نیلے آنچل کو دیکھنے لگا، جو لحہ بہ لحہ اس سے دور ہوتی جا رہی تھی، مگر خود کو اس کے پاس ہی چھوڑ گئی تھی، احساس کی صورت میں۔

☆☆☆

حاشر تیز تیز قدم اٹھاتا ہسپتال کے اندر داخل ہوا، تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے مشعل نظر آ گئی، جو بینچ پہ بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی، حاشر پہ نظر پڑتے ہی وہ تیزی سے اٹھی اور اس کے کندھے سے لگ کر بے ساختہ رو پڑی اور آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹوٹے ہوئے لفظوں میں بولی۔

"حاشر! وہ مما؟"

"ٹیک اٹ ایزی، میں آ گیا ہوں سب سنبھال لوں گا پلیز رونا بند کرو اور آنٹی کے لئے دعا کرو اس وقت انہیں دعا کی اشد ضرورت ہے۔" حاشر نے مشعل کا سر تھپکتے ہوئے نرمی سے کہا تو وہ اپنے آنسو صاف کرتی، زیر لب اپنی مما کی زندگی کے لئے دعا کرنے لگی، حاشر نے آہستگی سے اسے قریبی بینچ پہ بٹھایا اور خود ڈیوٹی پہ موجود ڈاکٹروں سے تفصیل پوچھنے لگا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر نکلا تو مشعل نے چونک کر اس طرف دیکھا، جہاں ڈاکٹر اور حاشر آپس میں بات کر رہے تھے، ڈاکٹر نے نفی میں سر ہلا کر حاشر کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو حاشر نے بہت خاموش اور افسردہ نظروں سے ڈری سہمی بیٹھی، خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھتی مشعل کو دیکھا جس کا چہرہ یک لخت سفید پڑ گیا تھا کسی انہونی کا خوف اس کا دل دہلا رہا تھا، حاشر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا، مشعل کے پاس آیا اور اس کے پاس پنجوں کے بل بیٹھ کر اس کے سرد اور نم ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری مشعل! آنٹی اب اس دنیا میں نہیں رہی ہیں۔" حاشر کے منہ سے نکلے الفاظ مشعل کو پتھر بنا گئے اور وہ ساکت اور پھٹی پھٹی نظروں سے حاشر کو دیکھنے لگی۔

آج اس نے اپنا آخری خونی رشتہ بھی کھو دیا تھا، اس سے پہلے کہ حاشر کچھ سمجھتا مشعل بے ہوش ہو کر، اس کی بانہوں میں جھول گئی۔

☆☆☆

ثانیہ نے سبزی کی ٹوکری میں سے آلو نکالے اور انہیں چھیلنے لگی، دعا کو فرنچ فرائز بہت پسند تھے، ثانیہ چپس بنا کر ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی جہاں اس کی ساس فرحت بیگم دو سالہ دعا کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھیں، ماں کو آتا دیکھ کر دعا نے خوشی سے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیئے اور توتلی زبان میں ماں کو پکارنے لگی، ثانیہ نے آگے بڑھ کر دعا کو گود میں لے لیا اور پھپھو امی کے پاس تخت پہ ہی بیٹھ کر اسے چپس کھلانے لگی اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرنے لگی۔

"آج بھائی صاحب کا فون آیا تھا بتا رہے تھے کہ مایا کا بہت اچھا رشتہ آیا ہوا ہے اس اتوار کو

بلایا ہے انہیں کھانے پہ، کہہ رہے تھے کہ ہم لوگ بھی ایک بار مل لیں تاکہ بات فائنل کی جائے، تمہیں تو پتا ہے کہ بھائی صاحب، عنادل کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے ہیں۔" فرحت بیگم نے مسکراتے ہوئے اپنے اکلوتے بیٹے عنادل کا ذکر کرتے ہوئے کہا تو ثانیہ اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"جی پھپھو! امی سے بات ہوئی تھی میری وہ بھی کافی مطمئن اور خوش لگ رہی تھیں۔" ثانیہ نے دعا کے منہ میں چپس ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہاں بیٹا! اللہ بہتر کرے اور اچھا وقت لائے، بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے یہ بھی والدین کے کندھوں پہ۔" فرحت بیگم نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

ثانیہ کے والد جنید رضوی کی چھ بیٹیاں ہی تھیں، بیٹا کوئی نہیں تھا مگر انہوں نے ہمیشہ عنادل کو اپنا بیٹا ہی سمجھا تھا اور عنادل نے بھی انہیں بیٹے ہونے کا پورا مان دیا تھا۔

فرحت بیگم جوانی میں ہی بیوہ ہو گئیں تھیں، عنادل اور شاہین ان کے دو ہی بچے تھے، ماں باپ تو تھے نہیں ان کا میکہ اپنے اکلوتے اور بڑے بھائی جنید رضوی کے دم سے قائم تھا، جنہوں نے باپ اور بھائی دونوں کا مان دیا تھا ہمیشہ، فرحت سے چھوٹی ایک بہن نائلہ تھیں جو عرصہ دراز سے شارجہ میں مقیم تھیں اور ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی، شاہین کی شادی ان کے دوسرے نمبر والے بیٹے سے چار سال پہلے ہو چکی تھی اور وہ شارجہ میں بہت خوش مطمئن زندگی گزار رہی تھی۔

شوہر کے مرنے کے بعد ملنے والے جائیداد کے حصے کو بیچ کر انہوں نے فیصل آباد میں اپنے بھائی کے گھر کے پاس ہی گھر لے لیا تھا، جنید رضوی کا گھر دو گلیاں چھوڑ کر تھا۔

مگر ہر وقت کا آنا جانا لگا رہتا تھا، جنید رضوی کی چھ بیٹیاں تھیں اور ثانیہ چوتھے نمبر پہ تھی اس سے بڑی تینوں بہنوں کی شادی ہو چکیں تھیں، جن میں سے صائمہ آپی جو پہلے نمبر پہ تھیں، شادی کے بعد سے لندن میں مقیم تھیں اور ان سے چھوٹی فرحین سعودیہ اور رائمہ کی شادی کراچی میں ہوئی تھی، ثانیہ کا رشتہ بہت پہلے ہی فرحت بیگم عنادل کے لئے مانگ چکی تھیں۔

اب ثانیہ سے تین سال چھوٹی زویا کی باری تھی جو تعلیم مکمل کر چکی تھی۔

"عنادل کو یاد سے بتا دینا یہ ناں ہو کہ اتوار کو اس نے کچھ اور پلان کیا ہوا ہو۔" فرحت بیگم نے ثانیہ کو یاد دہانی کروائی تو وہ سر ہلا کر رہ گئی اور ٹشو سے دعا کا منہ صاف کرتی ہوئی بولی۔

"جی پھپھو! شام کو آئیں گے تو بتا دوں گی، ان کی تو اتوار بھی کافی بزی گزرتی ہے۔" ثانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور دعا کو گود سے اتار کر نیچے قالین پہ کھلونے دے کر بٹھایا اور کچن میں آ کر شام کے کھانے کی تیاری کرنے لگی۔

☆☆☆

آفس ٹائم ختم ہونے کے بعد وہ تیز تیز قدم اٹھاتی میٹرو اسٹیشن کی طرف جا رہی تھی جو یہاں سے قریب ہی تھا، اسی وقت کوئی اور بھی اس کے برابر قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا، وہ دیکھے بغیر بھی جانتی تھی کہ وہ کون ہے؟

کیونکہ روز اسی طرح وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتا تھا، میٹرو اسٹیشن پہ جا کر دونوں کی سمت بے شک بدل جاتی تھی، مگر وہ روزانہ اسے بحفاظت اپنی نگرانی میں میٹرو اسٹیشن تک چھوڑتا تھا اور اس کے جانے کے بعد اپنی مطلوبہ ٹرین میں سوار ہوتا تھا، چاہے اسے گھر پہنچنے میں کتنی دیر ہو جاتی، مگر وہ اپنی محبت میں ایسا ہی تھا، پاگل پاگل سا، دیوانہ

اور کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ وہ اسے بھی اپنے جیسا بنا دے گا۔

"پچھلے دس دن سے میں تمہارے انکار کے پیچھے چھپی اصل وجہ جاننے کی کوشش کر رہا ہوں مگر ناکام رہا ہوں۔" اس نے ساتھ چلتے ہوئے سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے بے بسی سے اعتراف کیا۔

"اصل وجہ سے آپ بہت اچھی طرح واقف ہیں۔" اس نے کوفت سے ساتھ چلتے شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کے لمبے چوڑے وجود کے پیچھے سب چھپ سا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ خود بھی۔

"میں نہیں مانتا اس بات کو۔" اس نے ایک لمحے کو رک کر پھر لاپرواہی سے کہا تو اس کی بات سن کر وہ رک گئی اور غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"پھر آپ یہ سمجھ لیں اقرار یا انکار کرنا میری ذاتی پسند و ناپسند پہ منحصر ہے اور یہ میرا حق بھی ہے۔" اس نے اپنی سنہری آنکھوں میں سرد مہری کو سموتے ہوئے کہا۔

"چلو ایسا کرو کہ تم مجھے کوئی ایک ہی سولڈ اور مضبوط وجہ بتا دو، اپنے انکار کی، میں تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں گا۔" اس نے اپنی نظروں کی گرفت میں اس کا بے زار بے زار سا چہرہ قید کرتے ہوئے کہا تو وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"اچھا اگر یہ سوال ہی میں آپ سے کروں؟ آپ کے پاس کیا وجہ ہے اپنی بات پہ قائم رہنے کی؟" اس نے اپنی سنہری کانچ جیسی آنکھوں سے اس کی جذبے لٹاتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

اگر سچی محبت کے جادو سے بچنا ہو تو کبھی بھی ایسی آنکھوں میں نہیں جھانکنا چاہیے جس کے دل کا راستہ آپ کے لئے کھلا ہو، آنکھوں کا سحر باندھ دیتا ہے، سدھ بدھ کھو دیتا ہے اور یہی غلطی وہ کر بیٹھی تھی مخاطب کی آنکھوں میں چھپی محبت نے اسے ہپناٹائز کر دیا اور وہ سارے لفظ ساری مزاحمت بھول کر یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

"میرے لئے وجہ یہ دل ہے۔" اس نے اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے وجہ تم ہو، تم ایک بار مانو تو سہی میں وجوہات کے ڈھیر لگا دوں گا۔" اس نے ہمیشہ کی طرح سنہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جذبے سے کہا اور یہی وہ لمحہ تھا جب اس کی سنہری آنکھوں میں سرد مہری کے کانچ پہ، محبت کا پتھر لگا اور سرد مہری کے کانچ ٹوٹ کر دور دور تک بکھر گئے، محبت نے دل تک جانے کا راستہ کھوج لیا تھا، محبت کا لمس، دل کی بنجر زمین پر، بارش کی پہلی بوند کی طرح پڑا تو ساری مٹی مہک اٹھی اور اس کی خوشبو نے سانسیں معطر کر دیں اس نے گھبرا کر نظریں جھکائیں اور پہلے کی طرح سخت لہجے میں بولی۔

"میرا جواب اب بھی وہی ہے امید ہے کہ آپ دوبارہ میرے راستے میں نہیں آئیں گے۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے مڑی اور آگے جانے کے لئے قدم بڑھائے جب اس نے اپنی پشت پہ اس کی آواز سنی۔

"اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ تم جسے راستہ کہہ رہی ہو وہ میری منزل ہے، میرا حاصل ہے اور اس کے بغیر میں کچھ بھی نہیں ہوں۔" اس نے افسردگی سے خود کلامی کی اور اسے خود سے دور جاتا دیکھنے لگا، مگر وہ آج بھی یہ پہیلی سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ جتنا اس سے دور جاتی ہے اسے اتنا ہی کیوں اپنے قریب محسوس ہوتی تھی۔

یہ کیسا میکنزم تھا؟ یہ محبت کا کون سا فارمولا تھا، یہ دو دلوں کی کون سی فریکونسی تھی کہ جسے سمجھ کے بھی، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا اور نہ ہی اسے سمجھا پا رہا تھا۔

☆☆☆

مشعل مما کی تدفین ہونے سے لے کر اب تک اسی گم صم سی حالت میں بیٹھی ہوئی تھی، چند دوستوں اور حاشر کے علاوہ اس مشکل وقت میں اور کوئی نہیں تھا اس کا ساتھ دینے کے لئے، حاشر نے ان تین دنوں میں اس کا بہت خیال رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ مشعل کو اپنے ساتھ اپنے اپارٹمنٹ میں لے آیا تھا، کیونکہ فی الحال مشعل کو اکیلے چھوڑنے والی صورتحال نہیں تھی۔

''مشعل کچھ کھا لو کب تک ایسے بھوکی پیاسی رہو گی۔'' حاشر نے بھاپ اڑاتا کافی کا مگ اور سینڈوچ گم صم سی بیٹھی مشعل کے سامنے رکھے اور اس کے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگا اور باتوں باتوں میں ہی حاشر نے اسے کافی کے ساتھ سینڈوچ کھلا کر نیند کی میڈیسن دے دی۔

''تھوڑی دیر لیٹ جاؤ بہتر محسوس کرو گی۔'' حاشر نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، مشعل روبوٹ کی طرح اس کے حکم کی تکمیل کرتی، اس کے ساتھ چل پڑی۔

حاشر اسے گیسٹ روم میں لے آیا اور بیڈ پہ بٹھا کر بولا۔

''ویسے تو تم میری بیوی ہونے کے ناطے میرے بیڈ روم میں سونے کی حقدار ہو مگر میں کوئی بھی راستہ تمہاری مرضی اور خوشی کے بغیر شروع نہیں کرنا چاہتا، تم اب آرام کرو، صبح بات کریں گے۔'' حاشر نے نرمی سے اس کا گال تھپتھپایا اور کمرے سے باہر چلا گیا، آج سے دو ماہ پہلے جس رشتے کو اپناتے ہوئے وہ تذبذب کا شکار تھی، آج اسے اسی رشتے پہ فخر اور اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔

مما کی زندگی میں ہی ان کی مرضی اور پسند سے، بہت سادگی سے ان دونوں کا نکاح ہوا تھا، رخصتی ابھی مشعل نہیں چاہتی تھی کیونکہ مما کو فی الحال اس کی ضرورت تھی اور تین دن پہلے ہونے والے ایک روڈ ایکسیڈنٹ نے اسے اس واحد رہ جانے والے رشتے سے بھی محروم کر دیا تھا مشعل نے اپنے آنسوؤں کو بہنے دیا اور بیڈ سے ٹیک لگا کر اپنے دردناک ماضی کو یاد کرنے لگی، جس نے اسے سوائے محرومی کے کچھ نہیں دیا تھا۔

☆☆☆

مشعل کے پاپا محسن علی کا تعلق پاکستان سے تھا، محسن علی اپنے والدین کی ڈیتھ کے بعد اپنے حصے کی جائیداد بیچ کر لندن آ گئے تھے، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے، ان کے والد کے باقی بہن بھائی سوتیلے تھے اور محسن علی کے والدین اپنی زندگی میں ہی ان سے حصہ لے کر الگ ہو چکے تھے۔

والدین کے انتقال کے بعد محسن علی کے لئے پاکستان میں کوئی کشش باقی نہیں رہی تھی، سوتیلے رشتوں کی رنجشوں اور تلخیوں سے بچتے ہوئے وہ لندن آ گئے اور یہاں آ کر اپنے لئے نئی زندگی کا آغاز کیا۔

وہ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ جاب بھی کرتے تھے، دوران تعلیم ان کی ملاقات مشعل کی مما مہکی سے ہوئی، جس کا اصل نام مہک تھا، مگر سب میں مہکی کے نام سے مشہور تھیں۔

مہکی کی پیدائش اور تربیت انہی آزاد فضاؤں میں ہوئی تھی، وہ امیر والدین کی بہت لاڈلی اور ضدی بیٹی تھی اکلوتی ہونے کی وجہ سے ہر جائز و ناجائز بات منوا لینے والی نہایت خوبصورت اور طرح دار۔

نجانے کیسے اس باغی اور آزاد فضاؤں کی دلدادہ لڑکی کا دل سنجیدہ اور اپنے کام سے کام رکھنے والے محسن علی پہ آ گیا، ہر کام کی طرح مہکی کی یہ محبت بھی بہت جذباتی اور طوفانی قسم کی ثابت ہوئی محسن علی بھی خوبصورتی اور مردانہ وجاہت میں اپنی مثال آپ تھے، اگر مہکی ان پر مرمٹی تھی تو کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا۔

مہکی نے اپنے والدین سے محسن علی کو ملوایا، مہکی کے والدین کو بھی محسن علی اپنی ضدی اور لاڈلی بیٹی کے لئے بہت مناسب لگا، جس کے آگے پیچھے بھی کوئی نہیں تھا۔

تعلیم سے فارغ ہوتے ہی دونوں نے شادی کر لی، مہکی کے والدین نے ایک لگژری اپارٹمنٹ دونوں کو گفٹ کیا جسے محسن علی نے مہکی کے بے حد اصرار پہ قبول کر لیا اور دونوں نے اپنی نئی زندگی کا آغاز وہاں سے کیا۔

شادی کے شروع کے دو سال بہت اچھے گزرے، دونوں میں پہلا اختلاف تب ہوا جب ڈاکٹرز نے مہکی کو ماں بننے کی خوشخبری سنائی، مہکی فی الحال بچہ نہیں چاہتی تھی مگر محسن علی کی یہ شدید خواہش تھی اور وہ بہت خوش بھی تھے مہکی نے محسن علی کو بغیر بتائے ڈاکٹر سے اباڑشن کرنے کے لئے کہا، مگر ٹائم کافی گزر چکا تھا اس طرح کا کوئی بھی کام خود مہکی کے لئے رسک کا باعث بن سکتا تھا۔

مہکی نے دل پہ جبر کر لیا تھا، محسن علی ان دنوں مہکی کا بہت خیال رکھ رہا تھا، جیسے وہ کانچ کی نازک گڑیا ہو، ذرا سی بے احتیاطی سے ٹوٹ جائے گی۔

مہکی کو محسن علی کا اس طرح دیوانہ وار اپنے اردگرد پھرنا بہت اچھا لگ رہا تھا، مگر بچے کی وجہ سے اس کی طبیعت بہت عجیب سی رہتی تھی، ویٹ بڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ آزادانہ گھومنے پھرنے سے بھی رہ گئی، پھر مشعل کی خوبصورت شکل میں ایک گڑیا کا تحفہ ملا، اس دن محسن علی بہت خوش تھے، مشعل بہت خوبصورت تھی اس نے نقوش اپنے باپ کے چرائے تھے اب اصل مسئلہ مشعل کی پرورش کا تھا جس کے لئے مہکی بالکل تیار نہیں تھی، اس نے بچہ پیدا کر دیا تھا اس کے لئے یہ ہی بہت تھا۔

مشعل کے لئے مہکی نے ایک گورنس کا بندوبست کر لیا، اس طرح وہ بالکل مشعل کی ذمہ داری سے آزاد ہو گئی محسن علی گورنس رکھنے کے حق میں نہیں تھے، مگر مشعل اتنی چھوٹی تھی کہ وہ اسے اکیلے نہیں سنبھال سکتے تھے، مگر جاب سے آنے کے بعد ان کا زیادہ تر وقت مشعل کے ساتھ گزرتا تھا، مشعل بھی ماں سے زیادہ اپنے باپ سے اٹیچڈ تھی، مشعل اپنی ماں سے ڈرتی تھی کیونکہ اب وہ اکثر غصے میں چیختی چلاتی تھیں، جبکہ اس کے پاپا غصے میں بھی آواز اونچی نہیں کرتے تھے، مشعل کی شخصیت پہ اپنے باپ کی بہت گہری چھاپ تھی۔

مشعل نے مہکی کو ہمیشہ بہت مصروف اور ایکٹو دیکھا تھا جس کے لئے اپنے گھر اپنے شوہر یا بیٹی کے لئے کوئی ٹائم نہیں تھا۔

مشعل جوں جوں بڑی ہو رہی تھی اس کے ماں باپ کے درمیان خلیج بڑھتی جا رہی تھی محسن علی کو مہکی کے آزادانہ طور طریقے بہت کھلنے لگے تھے، جبکہ مہکی کو محسن علی کی روک ٹوک بہت بری لگتی تھی، وہ محسن علی کو کنزرویٹو کہتی تھی، جو عورت کی آزادی کے خلاف تھا۔

مگر اس میں مہکی کا قصور نہیں تھا، وہ جس معاشرے کی پروردہ تھی، وہاں پابندیوں کا تصور نہیں تھا اور نہ ہی مرد کی حکمرانی کو خوشی خوشی تسلیم کیا جاتا تھا، بہت حد تک اس میں قصور مہکی کے والدین کا بھی تھا جنہوں نے مسلمان ہوتے

ہوئے بھی مہکی کو اسلامی تعلیمات سے روشناس نہیں کروایا تھا۔

والدین فوت ہونے کے بعد ساری جائیداد اور پیسہ مہکی کو مل گیا جس سے مہکی کو اور آزادی اور خود مختاری مل گئی۔

وہ اب محسن علی کو بالکل بھی کسی گنتی میں نہیں لیتی تھی، مشعل ان دنوں کالج کے پہلے سال میں تھی جب ایک رات کام سے واپسی پہ محسن علی کو کچھ نیگرو نے روک لیا، محسن علی کی مزاحمت پہ انہیں گولیاں مار کر بھاگ گئے۔

مشعل کے لئے وہ رات قیامت کی تھی پاپا کی ڈیڈ باڈی کو دیکھ کر ممی کو سکتہ ہوگیا تھا، جو بھی تھا محسن علی سے انہوں نے محبت کی تھی، محسن علی کی موت مہکی کے لئے دھچکا ثابت ہوئی۔

اس دن پہلی بار اپنی مما کو روتے دیکھ کر مشعل کو لگا تھا کہ اس کی مما سچ میں پاپا سے محبت کرتی تھیں، مگر اپنی انا اور فطری ہٹ دھرمی کی وجہ سے اظہار نہیں کرتی تھیں۔

محسن علی کے جانے کے بعد گھر میں رہنے والے دونوں افراد ایک دوسرے سے اور دور ہو گئے تھے، مشعل بہت خاموش اور اداس رہنے لگی تھی جبکہ مہکی نے اپنا غم غلط کرنے کے لئے نشہ آور چیزوں کا استعمال شروع کر دیا تھا، اب مہکی نے پیسہ دونوں ہاتھ سے لٹانا شروع کر دیا تھا اس کے اردگرد عجیب سے لوگوں کا گھیرا رہتا، جن کے غلیظ اور ہوس زدہ نظریں مشعل کو بہت بری لگتی تھی۔

مشعل کو اپنے مما کے دوست بہت برے لگتے تھے، جو ہر وقت گھر میں محفل جمائے رکھتے تھے، اس دوران مشعل خود کو اپنے کمرے تک محدود رکھتی تھی اور اپنے باپ کو یاد کر کے بہت روتی تھی پھر ایک وقت ایسا آیا کہ مشعل کی مما کے پاس کچھ بھی نہیں رہا اور انہیں اپنا اپارٹمنٹ چھوڑ کر لندن کے ایک چھوٹے اور گندے علاقے میں چھوٹا سا فلیٹ لے کر رہنا پڑا۔

یہاں آ کر مما کی حالت مزید ابتری کی طرف جانے لگی، کیونکہ اچھے وقتوں کے سب دوست ساتھ چھوڑ کر جا چکے تھے۔

مشعل نے ایک سٹورز میں سیلز گرل کے طور پہ جاب کرنا شروع کر دی، ان دنوں وہ گریجویشن کر چکی تھی، اس سٹور کی اونر انڈین لیڈی تھی جو بہت مہربان اور اچھی تھی اسی سٹور میں اس کی ملاقات حاشر سے ہوئی تھی جو سٹور کی نگرانی کرنے کے ساتھ ساتھ اس انڈین لیڈی کا کرایہ دار بھی تھا۔

حاشر کو یہ اداس اداس اور کھوئی کھوئی سی مشعل بہت اچھی لگنے لگی تھی، حاشر کا تعلق انڈیا کی مسلم فیملی سے تھا، آہستہ آہستہ حاشر مشعل کے قریب آتا گیا اور اس کے حالات سے واقفیت حاصل کر لی۔

وہ مشعل کی پریشانی اور مشکل میں اس کے ساتھ ساتھ ہوتا تھا، پھر حاشر کو ایک بڑی کمپنی میں بہت اچھی جاب مل گئی۔

اسی دن حاشر نے مشعل کو پرپوز کیا، مشعل نے حاشر کو اپنی مما سے ملوایا، جنہوں نے اثبات میں سر ہلا کر اپنی رضامندی دے دی اور کچھ دنوں کے بعد دونوں کا نکاح سادگی سے مسجد میں ہوا، رخصتی کے لئے مشعل نے کچھ ٹائم مانگا تھا، وہ اپنی مما کو ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی، اس بات کو دو مہینے گزر گئے تھے جب ایک دن نشے کی حالت میں مما گھر سے باہر نکلی اور ایک تیز رفتار کار نے انہیں ٹکر ماردی تھی اور سر پہ لگنے والی چوٹ ان کی موت کا باعث بنی۔

مشعل نے اپنے بچپن سے مما اور پاپا کی لڑائیاں، اختلافات دیکھے تھے، اس نے ایک ڈرا سہما سا بچپن گزارا تھا، اسی لئے حاشر کی ہر پیش قدمی پہ وہ خاموش رہ جاتی تھی۔

مگر وہ ہی حاشر اس غم اور مشکل وقت میں اس کا سہارا بنا تھا اور غم اور دکھ میں بننے والے تعلق جتنی جلدی بنتے ہیں ان کی ثباتی اور بے ثباتی وقت بہت جلد سامنے بھی لے آتا ہے۔

مشعل نے اپنی دکھتی آنکھوں پہ ڈھیرے سے ہاتھ رکھا اور آنکھیں موندلیں، جیسے وہ ہر چیز سے فرار چاہتی تھی حتیٰ کہ خود سے بھی۔

☆☆☆

آج اتوار کا دن تھا اسی لئے عنادل دیر سے سو کر اٹھا اور شاور لینے کے بعد فریش موڈ میں قمیض کی آستین کہنیوں تک فولڈ کرتا لاؤنج میں چلا آیا جہاں قالین پہ بیٹھی دعا اپنے کھلونوں کے ساتھ کھیل رہی تھی، عنادل نے بے اختیار اپنی خوبصورت بیٹی کو اٹھایا اور پیار کرنے لگا دعا بھی باپ کو دیکھ کر کھلکھلانے لگی۔

ثانیہ نے دعا کی کھلکھلاہٹیں سنیں تو مسکرا دی وہ سمجھ گئی تھی کہ عنادل اور دعا ایک دوسرے میں مگن ہیں، وہ جلدی جلدی ہاتھ چلا کر عنادل کا من پسند ناشتہ بنانے لگی، آج اس نے عنادل کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے قیمے بھرے پراٹھے بنائے تھے اور ساتھ دہی کا رائتہ ثانیہ ناشتہ بنا کر ٹرے اٹھا کر لاؤنج میں چلی آئی۔

''ثانیہ امی کہاں ہیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔'' عنادل نے حسب توقع پہلا سوال ماں کی غیر موجودگی کے بارے میں کیا تو ثانیہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''کیا ہوا؟'' عنادل نے حیرت سے اسے ہنستے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

''کیوں کیا میں ہنستے ہوئے اچھی نہیں لگتی ہوں۔'' ثانیہ نے مصنوعی خفگی سے پوچھا اور ٹرے میز پہ رکھ دی اور دعا کی طرف ہاتھ بڑھائے جو باپ کی گود میں چڑھی ہوئی تھی۔

''اچھی تو تم ویسے ہی بہت ہو اسی لئے تو امی کو اپنے لائق فائق خوبصورت بیٹے کے لئے پسند آ گئی تھی۔'' عنادل نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا تو ثانیہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی، عنادل دعا کو گود میں بیٹھائے صوفے پہ بیٹھ گیا اور ناشتہ کرنے لگا، ساتھ ساتھ دعا کو بھی چھوٹے چھوٹے نوالے پکڑانے لگا، دعا نے ماں کے پاس جانے سے انکار کر دیا تھا باپ کے سامنے وہ کسی کی بھی نہیں بنتی تھی، ثانیہ اچھی طرح اس کی عادت کے بارے میں جانتی تھی۔

عنادل کے ناشتہ ختم کرنے تک ثانیہ چائے کا گرما گرم مگ بھی لے آئی اور عنادل کے سامنے کشن پہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

''پھپھو امی صبح ہی ابو کی طرف جا چکیں ہیں۔'' ثانیہ نے اپنے باپ جنید رضوی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تو عنادل چونک گیا۔

''ہاں یاد آیا آج زویا کے رشتے کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے آنا تھا، ماموں نے فون کر کے مجھے بتایا تھا، امی اور تم نے ہی یاد دہانی کروائی تھی مگر میرا بھی دماغ ہر بات بھولنے لگا ہے۔'' عنادل نے تاسف سے کہا۔

''اس لئے عنادل خان اب آپ بوڑھے ہو رہے ہیں اور اس عمر میں یادداشت ایسے ہی دھوکا دے جاتی ہے۔'' ثانیہ نے شرارتاً کہا۔

''جی جی ثانیہ بی بی آپ مجھ سے کچھ سال ہی چھوٹی ہیں پھر تو آپ بھی بوڑھی ہوئیں ناں؟'' عنادل نے حساب برابر کرتے ہوئے کہا۔

''عنادل! آپ نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا میری خوش نصیبی ہے اور وہ

وقت کتنا اچھا ہوگا جب ہم دونوں اولڈ ایج میں ہوں گے اور اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ نوک جھونک کرتے اپنا وقت گزاریں گے۔"

ثانیہ نے اپنی ٹھوڑی گھٹنوں پہ رکھتے ہوئے محبت کے روشن سے خواب سجائی آنکھوں سے کہا تو چائے کا مگ ہونٹوں سے لگاتا عنادل چونک گیا اور بہت خاموشی سے ثانیہ کا خوبصورت چہرہ دیکھنے لگا جس پہ اس کی محبت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے اور محبت کرنے والا ہر چہرہ بہت خوبصورت اور حسین ہوتا ہے۔ نہ جانے کیوں عنادل نے اس منظر سے آنکھ چرائی اور بولا۔

"چلو تم اور دعا میرے آنے تک جلدی سے تیار ہو جانا میں کچھ کام نمٹا لوں پھر ماموں کی طرف چلتے ہیں وہ بھی انتظار کر رہے ہوں گے۔"

عنادل نے چائے کا مگ میز پہ رکھا اور دعا کو پیار کرکے ثانیہ کی گود میں دیا اور کار کی چابیاں اٹھا کر گھر سے باہر نکلتے ہوئے بولا، تو ثانیہ اثبات میں سر ہلانے لگی۔

☆☆☆

دو روز سے مسلسل ہونے والی موسلا دھار بارش نے دوبئ کے صحراؤں میں عجب سے رنگ بھر دیئے تھے۔

اور اسی برستی بارش میں سر پہ چھتری تانے، اس نے جلدی سے سڑک کراس کرنے کی کوشش کی اور اسی کوشش میں وہ سامنے سے آتی تیز رفتار کار کو نہ دیکھ سکی، جب تک اسے اندازہ ہوا کار اسکے سر پہ پہنچ چکی تھی، اس نے بے اختیار خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر کے، دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا، چھتری اڑ کر دور جا گری، اچانک ہی کسی نے اسے دھکا دے کر سائیڈ پہ کیا، وہ سڑک کے کنارے گر گئی کئی گاڑیوں نے بریکیں لگائیں، اس کے کانوں میں گاڑی کے ٹائر چرچرانے کی آواز آئی اس نے ہوش سنبھالتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں سڑک پہ ایک شخص زخمی حالت میں اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ اٹھی اور بھاگتی ہوئی اس شخص تک پہنچی، اس دوران کچھ اور لوگ بھی جمع ہو گئے تھے، اس کے چہرے پہ نظر پڑتے ہی وہ چونک گئی۔

"آپ......!" مگر سامنے والے کے چہرے پہ تکلیف کے اثرات دیکھ کر اس نے کچھ کہنے کا ارادہ ترک کیا اور فوراً ایک ٹیکسی کو روکا اور اسے لے کر قریبی ہاسپٹل آ گئی، شکر تھا کہ اسے زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی اور وہ اپنے قدموں پہ چل رہا تھا، ہاسپٹل میں اسے فوری ٹریٹمنٹ دیا گیا، کار نے اس کے دائیں کندھے کو ہٹ کیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو ناں؟" وہ ڈاکٹر سے مل کر واپس آئی تو کندھے پہ پٹی باندھے اور ہاتھ رکھے وہ بے اختیار اسے دیکھ کر پوچھنے لگا، وہ گہری سانس لے کر رہ گئی، اتنی تکلیف میں بھی اسے فکر تھی تو اس کی۔

"ڈاکٹر نے تمہیں دو ہفتے مکمل ریسٹ کرنے کو کہا ہے اور پلیز ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا اور یہ میڈیسن ٹائم پہ لینا تاکہ......"

"تم اگر اسی طرح میری فکر کرو گی، میرے لئے پریشان رہو گی تو سچ میں میں کبھی بھی ٹھیک نہیں ہونا چاہوں گا۔" سامنے والے نے بہت اطمینان سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"فضول مت بولیں، ویسے آپ سے توقع بھی ایسی باتوں کی ہی کی جاسکتی ہے کیونکہ......" اس نے شرارت سے کہتے ہوئے نچلے ہونٹ دانتوں کے نیچے دبایا، مگر اس کی سنہری آنکھیں چمک اٹھیں تھیں۔

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں فضول ہوں اور اسی لئے فضول باتیں ہی کرتا ہوں۔" اس نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا تو وہ بے اختیار مسکرانے لگی، بارش سے بھیگے وجود پہ روشن سی مسکراہٹ نے اسے بے خود سا کر دیا وہ دل میں شور اٹھاتے جذبوں سے گھبرا کر نظریں جھکا گیا کہ کہیں وہ غلط ہی نہ سمجھ جائے۔

"تمہارے لئے تمہاری خوشی کے لئے سب کچھ منظور ہے چاہے فضول بولو یا کچھ بھی۔" کندھے میں اٹھتی ٹیس کو دباتے ہوئے اس نے دھیرے سے کہا، تو وہ ٹھٹک گئی اور پھر لاپروائی سے بولی۔

"اچھا پھر سے شروع مت ہو جانا اور جیسا ڈاکٹر نے کہا ہے ویسا ہی کرنا۔" اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں مگر ایک شرط پہ اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ آج کے بعد تم مجھ سے ناراض نہیں ہو گی، تم نہیں جانتی کہ میں سب کچھ افورڈ کر سکتا ہوں مگر تمہاری ناراضگی نہیں تم ناراض ہو تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے سب ترتیب الٹ پلٹ کر کے رکھ دی ہو، سب کام مجھ سے غلط ہونے لگتے ہیں، کرتا کچھ ہوتا ہے اور کرتا کچھ ہوں ایسے جیسے زندگی خفا ہو کر دور جا بیٹھی ہو، مجھے کچھ اور تم مانو یا نہ مانو مگر ہم اچھے دوست بن کر تو رہ سکتے ہیں ناں۔" اس نے بے بسی سے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"پاگل ہو تم سچ میں۔" اس کی سنہری آنکھوں میں درد سا ابھرنے لگا تھا، جیسے اس نے چھپانے کے لئے رخ پھیر لیا، مگر وہ ان سنہری آنکھوں کے ہر راز سے واقف ہو چکا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں تمہارا شکریہ ادا کیسے کروں، تم نے میری خاطر خود کو اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا؟" کچھ دیر کے توقف کے بعد اس نے لب کاٹتے ہوئے سوال کیا۔

"سچ بولوں یا جھوٹ؟" اس نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سچ...... بالکل سچ۔" اس نے فوراً جواب دیا۔

"سب کی طرح مجھے بھی اپنی زندگی سے بہت پیار ہے اور میں نے بھی صرف اپنی زندگی کو ہی بچایا ہے چاہے تم کچھ بھی کہو یا پھر کچھ بھی سمجھو۔" اس نے لاپروائی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا جبکہ وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی اور پھر سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تم خود کو ضائع کر رہے ہو۔" وہ بے اختیار مسکرانے لگا۔

"تم کیا جانو یہ زیاں نہیں ہے یہ تو بس خود کو فنا کر دینا ہے کسی کے لئے اور بس...... مگر خیر تم نہیں سمجھو گی، اب چلیں؟" اس نے گم صم سے کھڑی لڑکی سے کہا، جو دھیرے سے اثبات میں سر ہلاتی اس کے لنگڑاتے قدموں کا ساتھ دینے لگی، مگر وہ ابھی بھی محبت کے اس نئے روپ اور انداز پہ حیران و پریشان تھی جو بغیر کسی غرض کے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

☆☆☆

محبت اس طرح بھیجو
کہ جیسے پھول پہ تتلی اترتی ہے
ہوا میں ڈولتی
پر تولتی تتلی
لرزتی، کپکپاتی، پنکھڑیوں کو پیار کرتی ہے
تو ہر پتی نکھرتی ہے
محبت اس طرح بھیجو
کہ جیسے......

چار سو خوشبو بکھرتی ہے
محبت اس طرح بھیجو
کہ جیسے خواب آتا ہے
جو آتا ہے تو
دروازے پہ دستک تک نہیں ہوتی
بہت سرشار لمحے کی
مدھر چپ میں
کسی ہلکورے لیتی آنکھ کی خاطر
کسی بے تاب سے ملنے
کوئی بے تاب آتا ہے
محبت اس طرح بھیجو
کہ جیسے
جھیل میں مہتاب آتا ہے!!!

موسم بدل رہا تھا بہار کی آمد نے درختوں کو سبزہ بخش دیا تھا، طرح طرح کے خوبصورت پھول اور ان کی دلفریب خوشبوئیں کسی ان دیکھے جہاں کا رستہ دیکھاتی تھیں مشعل نے سرشار قدموں سے چلتے مسکرا کر ہرے بھرے درخت کو دیکھا، جس پہ کاسنی رنگ کے بہت خوبصورت پھول کھلے ہوئے تھے، بہار درختوں پہ ہی نہیں اب کے اس کی اداس زندگی میں بھی آئی تھی اور ٹھہر سی گئی تھی۔

حاشر کے ساتھ زندگی کا آغاز کیے اسے چھ مہینے گزر چکے تھے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ اس کا محبت پہ یقین بڑھتا جا رہا تھا، حاشر کی محبت نے اس کے دل سے ہر ڈر ہر خوف کو نکال دیا تھا، حاشر کو ایک امریکن کمپنی میں بہت اچھی جاب مل گئی تھی اور اس کی ترقی کی راہیں بہت واضح تھیں، مشعل نے سٹور کی جاب چھوڑ دی تھی، وہ صرف حاشر کے اپارٹمنٹ میں کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر حاشر کی راہ دیکھتی گھر کو سجاتی سنوارتی اچھے اچھے کھانے بناتی، گنگناتی زندگی کے اس نئے روپ کا مزہ اٹھا رہی تھی، ویک اینڈ پہ یا اکثر رات کو وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے لندن کی سڑکوں پہ نکل جاتے، حاشر کی ہر بات پہ مشعل کی زندگی سے بھرپور ہنسی گونجتی تھی، مشعل نے حاشر کے ساتھ مل کر زندگی کے بہت سے خواب دیکھے اور سجائے تھے۔

اب مشعل کو سمجھ آنے لگی تھی کہ محبت کیسے مردہ زمینوں کو اپنے لمس سے زندہ کر دیتی ہے، محبت زندگی کو کتنا مکمل اور خوبصورت بنا دیتی ہے، مشعل کو لگنے لگا تھا کہ اسے بھی حاشر سے محبت ہونے لگی ہے۔

مشعل نے درخت کے نیچے سڑک پہ گرے کاسنی رنگ کے پھولوں کو اپنی جھولی میں بھر لیا اور ان کی نرم پتیوں پہ ہاتھ پھیرتی دھیرے سے مسکرا دی۔

''محبت بھی تو ان کاسنی رنگ کے پھولوں جیسی ہے ناں۔''

☆☆☆

''شکر ہے کہ شادی کی تاریخ فائنل ہو گئی ہے اب سب سے پہلے بہنوں کو مطلع کروں تاکہ وہ آسانی سے شادی میں شرکت کر سکیں، سب ہی تو دور دیسوں میں بیاہی گئیں ہیں۔'' فرحت بیگم نے کریلے چھیلتے ہوئے ثانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، جو کام والی سے اپنی نگرانی میں صفائی کروا رہی تھی۔

''جی پھپھو امی! عنادل نے اسی دن سے سب کو اطلاع پہنچا دی تھی، بلکہ ابو اور امی کی بھی بات ہوئی تھیں صائمہ آپی اور فرحین باجی کچھ ہی دنوں تک اپنی سیٹیں کنفرم کروا لے گی، باقی بچی رائمہ تو وہ کراچی میں ہے کسی وقت بھی آ سکتی ہے، نزہت پھپھو اور شاہین تو پہلے ہی تیار بیٹھی ہوئیں ہیں، دیکھنا سب سے پہلے یہ لوگ پہنچے گے۔''

ثانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو فرحت بیگم بھی ہنس دیں، شاہین سے ملے انہیں بھی دو سال ہو چکے تھے، ابھی تو یہ شکر تھا کہ انٹرنیٹ نے فاصلوں کو ختم کر کے رکھ دیا تھا، صائمہ، فرحین، رائمہ اور شاہین سے ہر دوسرے روز بات ہو جاتی تھی اسی لئے دوری کا احساس کافی حد تک کم ہو جاتا تھا۔

''چلو شکر ہے زویا کی بات فائنل ہوئی، اب صرف امن رہ گئی ہے، پھر میرے بھائی کا آنگن خالی ہو جائے گا۔'' فرحت بیگم نے آبدیدہ ہوتے ہوئے کہا تو ثانیہ ان کے پاس آئی اور ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''پھپھو امی! امن تو ابھی کافی چھوٹی ہے تھرڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہے اس کی شادی ابھی کہاں ہونی ہے؟ اور ویسے بھی میں ہوں ناں، امی ابو کے پاس وہ بھلا اکیلے کیسے ہوئے۔'' ثانیہ نے محبت سے کہا تو فرحت بیگم اثبات میں سر ہلا کر رہ گئیں۔

''ابھی تو آپ آنے والے وقت کا سوچیں جب سب نے اپنے اپنے بچوں سمیت آ کر ڈیرے ڈال لینے ہیں، دیکھئے گا آپ بڑے خود ہی اتنے شور شرابے سے تنگ آ جائیں گے۔'' ثانیہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں آنے والے وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا تو فرحت بیگم بے ساختہ ہنس دیں۔

''اپنوں سے کوئی نہیں گھبراتا اور پریشان ہوتا، بس اللہ خیر کا وقت لائے۔'' فرحت بیگم حسب توقع جلد بہل گئیں، تو ثانیہ نے زیر لب آمین کہا اور چھلے ہوئے کریلے اٹھا کر کچن میں چلی آئی، عنادل کو بھرے کریلے بہت پسند تھے اور آج ثانیہ کا ارادہ قیمہ بھرے کریلے بنانے کا تھا وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔

☆☆☆

''تم جانتی ہو کہ پہلی بار میرا دل کب تمہارا اسیر ہوا تھا؟'' ایک دن لنچ آور میں ریسٹورنٹ میں کھانے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس نے اچانک سوال کیا اور حسب معمول اور حسب توقع اس کی سنہری جھیل جیسی آنکھوں میں لاعلمی بہت واضح تھی۔ جبکہ اس نے انکار میں بھی سر ہلایا۔

''ہوں مجھے اندازہ تھا۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے خود کو سراہتے ہوئے کہا، تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

''خیر محترمہ گھورنا بند کرو، تاکہ میں آگے بات کر سکوں، واللہ تمہاری یہ آنکھیں تو کچھ اور کرنے ہی نہیں دیتیں۔'' اس نے بے چارگی سے کہا تو اس نے جھینپ کر آنکھیں جھکا لیں اور اپنی پلیٹ میں ادھر سے ادھر چمچ پھیرتی اس کی اگلی بات کی منتظر تھی۔

اس نے پانی کا گلاس اپنے لبوں سے لگایا اور بے دھیانی میں بھی دھیان اس کی طرف لگائے بیٹھی، اس گلابی لباس میں ملبوس، کسی ان کہی سی داستان جیسی لڑکی کو دیکھا، جس کے خوبصورت بال کچھ شانے پہ اور کچھ پشت پہ بکھرے ہوئے تھے، اس نے دھیرے سے مسکرا کر گلاس میز پہ رکھا۔

''اب بول بھی چکو۔'' دفعتاً اس لڑکی نے جھنجھلا کر کہا، تو وہ معصومیت سے بولا۔

''میں نے کچھ بولنا تھا کیا؟'' مگر پھر اس کے غصے سے بھرے تیور دیکھ کر جلدی سے بولا۔

''اچھا اچھا یاد آ گیا، بتاتا ہوں۔'' اس نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ سر جھٹک کر ریسٹورنٹ کی ونڈو (کھڑکی) سے باہر نظر دوڑانے لگی۔

''وہ ایک بہت عام سا دن تھا مگر مجھے نہیں

معلوم تھا کہ یہ عام سا دن میری زندگی کے سب سے خاص اور اہم دن میں بدل جائے گا اور مجھے اس خاص جذبہ کا اسیر بنا دے گا جسے لوگ محبت کہتے ہیں۔" اس کی آواز میں کچھ ایسا خاص تاثر تھا کہ وہ بے اختیار گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی جس کی نظریں بظاہر اس پر تھیں مگر ذہن کہیں دور بھٹک رہا تھا، جیسے وہ تصور کی آنکھ سے دوبارہ وہ منظر دیکھ رہا تھا۔

"آفس کے پاس واقع اس قریبی پارک میں اکثر ہی ہم سب وہاں جاتے ہیں اور تم تو خاص کر، شاید تمہیں پارک کے کونے والے بینچ پہ بیٹھ کر، لوگوں کو دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے ناں۔" اس نے پوچھا تو وہ دھیرے سے مسکرا کر اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"اس دن بھی تم لنچ آور میں ہاتھ میں کوک کاٹن اور برگر پکڑے اپنی مخصوص جگہ پہ آکر بیٹھ گئی اور پارک میں ادھر سے ادھر نظریں دوڑانے لگی، جب تمہاری نظروں نے کچھ فاصلے پہ موجود ایک غریب اور مفلوک حال بچے کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا، غور سے دیکھنے پہ تمہیں اندازہ ہوا کہ وہ بچہ تمہیں نہیں تمہارے ہاتھ میں پکڑیں کھانے پینے کی چیزوں کو حسرت سے دیکھ رہا تھا، تم کچھ دیر تک اس بچے کے حسرت و یاس میں ڈوبے ہوئے چہرے کو دیکھتی رہی، پھر تم اپنی جگہ سے اٹھی اور دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی اس بچے تک پہنچی اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک کر بیٹھ کر تم نے پوچھا۔"

"برگر کھاؤ گے؟" تم نے اپنے ہاتھ میں موجود برگر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا تو بچے نے بے اختیار اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ تم لے لو مگر......" تم نے اپنے ہاتھ میں پکڑا پیکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک دم سے ہاتھ روک کر کہا تب تک بچہ ایک طرف سے پیکٹ پکڑ چکا تھا اور اب سوالیہ نظروں سے تمہاری طرف دیکھ رہا تھا۔

"Give me one smile like an angel۔" (مجھے ایک فرشتے کی طرح مسکرا کر دکھاؤ) بچے نے حیرت سے کچھ دیر تمہارا چہرہ دیکھا شاید اسے تمہاری بات سمجھ نہیں آئی تھی، مگر تمہارے چہرے پہ پھیلے نرم تاثر اور ہلکی سے مسکراہٹ اور ہاتھ میں آئے پیکٹ نے اسے بے اختیار ہنسنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

"ہاں بالکل ایسے ہی، میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تمہاری گہری اداس کالی آنکھوں میں ہنسی کے جگنو چمکتے کتنے خوبصورت لگتے ہیں۔"

تم نے کچھ دیر تک اس کے معصوم چہرے پہ خوشی کے بکھرے رنگ دیکھتے ہوئے کہا تھا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی دونوں چیزیں اسے پکڑا دیں تھیں، وہ بچہ خوشی خوشی وہاں سے چلا گیا تھا اور تم نے زمین سے اٹھتے ہوئے اپنے کپڑے جھاڑے اور رسٹ واچ میں ٹائم دیکھتی ہوئی کندھے پہ بیگ ڈالے وہاں سے چل پڑی۔

یہ جانے بغیر کہ تمہارے اندر کی اس خوبصورتی اور اچھائی نے پاس کھڑے کسی انجان شخص کو تمہارا اسیر بنا دیا تھا، تم جانتی ہو کہ بس ایک لمحہ ہی ہوتا ہے جب اچانک کسی کی محبت کا بیج ہمارے دل کی سرزمین میں لگتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی جڑیں ہر رگ میں محشر برپا کر دیتیں ہیں سانسوں میں ایسے بس جاتیں ہیں جیسے اس شخص کے بغیر سانس لینا ہی گناہ ہو۔

سچ میں محبت ایسے ہی مجبور و بے بس کر دیتی ہے ایسے ہی اچانک دل پہ حملہ آور ہوتی ہے کہ ہم کچھ کر بھی نہیں سکتے ہیں، سوائے اسے تسلیم کرنے اور اس کے سامنے سر خم کرنے کے اور میں نے

بھی اس لمحے اپنے دل میں تمہیں تسلیم کر لیا تھا۔" اس نے بے اختیار ہو کر کہا تو وہ اپنی سنہری آنکھیں ایک دم سے جھکا گئی، مگر اس کے چہرے پہ پھیلی شفق بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"میں آج برملا اعتراف کرتا ہوں کہ اس دن سے میں تمہاری محبت کی دنیا میں دن سے رات کرتا ہوں اس محبت میں تمہارے ساتھ ایک ایک لمحے میں صدیاں جی رہا ہوں، پھر بھی لگتا ہے جیسے یہ بھی محبت میں کم ہے، محبت سیراب کیوں نہیں کرتی ہے محبت وقت اور عمروں کی قید سے آزاد ہونے کے باوجود وقت کو کتنا مختصر کیوں بنا دیتی ہے کہ تمہارے ساتھ جتنا بھی گزار لوں لگتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔" اس نے بے چارگی سے اپنے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو اس کی بے بسی اور انداز پہ وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی، اس کی سنہری آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر ابھرنے لگا۔

اس کی ہنسی کی جلترنگ سے مسحور ہو کر وہ بے خود سے ہو کر اس کے لبوں کو مسکراتے اور سنہری آنکھوں میں پھیلی نمی کو دیکھنے لگا، بے اختیار اس کا دل چاہا کہ ان آنکھوں کی ساری نمی اس کے سنہری پن کے ساتھ اپنے دل کے خالی پیالے میں اتار لے اور اس جھلملاتے پانی میں صرف اس کے حسین چہرے کا عکس تیرتا ہو۔

سنہرے پانی میں تیرتا سفید گلاب سا معطر اس کا حسین چہرہ۔

☆☆☆

"کمپنی مجھے کچھ عرصے کے لئے اپنے ہیڈ آفس میں ٹرانسفر کر رہی ہے جو دوبئی میں ہے۔" ڈنر سے فارغ ہو کر نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے حاشر نے مشعل سے کہا اور برتن اٹھاتی وہ ایک دم چونک کر رک گئی، اس کے چہرے پہ خوف سا پھیل گیا اور وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں یہاں اکیلی کیسے رہوں گی؟"، مشعل نے پریشان ہو کر پوچھا، تو کرسی سے اٹھتا حاشر اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گیا اور پھر دوبارہ واپس بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں ہر دم یہ ڈر کیوں لگا رہتا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔" حاشر نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس لئے کہ میں نے اپنے خون کے رشتوں کو بھی پائیدار اور ادھورا دیکھا ہے، یہ چھ مہینے تمہارے ساتھ ایک خوبصورت خواب کی مانند لگتے ہیں، جیسے میں آنکھ کھولوں گی اور یہ خواب ٹوٹ جائے گا۔" مشعل نے گہری سانس لیتے ہوئے یاسیت سے کہا۔

"پاگل ہو تم جو ایسی باتیں سوچتیں ہو، میں بہت پریکٹیکل سا بندہ ہوں بار بار شاید تمہیں یقین نہ دلا سکوں، مگر میں اپنی زندگی میں بہت آگے تک جانا چاہتا ہوں، بہت ترقی کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم اس میں میرا ساتھ دو گی۔" حاشر نے سنجیدگی سے کہا تو مشعل کے آنسو گالوں پہ لڑھک گئے۔

"تو پھر میں کیا کروں میں کبھی بھی اتنی مضبوط نہیں ہو سکتی کہ کسی کے سہارے کے بغیر زندگی گزار سکوں۔" مشعل نے بے بسی سے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا۔

"محترمہ اس وقت آپ صرف اتنا کریں کہ آپ آنسو صاف کریں اور میرے ساتھ چلنے کی تیاری کریں، کمپنی نے دوسری سہولتوں کے ساتھ ساتھ رہائش بھی دی ہے۔" حاشر نے نرمی سے اس کے رخسار کو چھو کر کہا تو وہ خوشی سے اچھل

پڑی۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں حاشر!'' مشعل نے پوچھا تو حاشر نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو مشعل کھلکھلا کر ہنس پڑی، بھیگی آنکھوں کے ساتھ ایسے ہنستی وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔

''شکر ہے تم ہنسی تو۔'' حاشر نے شرارت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مگر محترمہ وہاں جا کر مجھ سے کوئی گلہ یا شکوہ مت کرنا، کیونکہ میں آنے والے دنوں میں بہت بزی ہو جاؤں گا اور تمہیں مناسب وقت نہیں دے سکوں گا۔'' حاشر نے مشعل کو تصویر کا دوسرا رخ دکھاتے ہوئے کہا تو سرشاری سے برتن اٹھاتی مشعل نے کہا۔

''کوئی بات نہیں میں ایڈجسٹ کرلوں گی بلکہ میں بھی جاب کرلوں گی، اس طرح بزی بھی ہو جاؤں گی اور ہم دونوں ساتھ بھی رہ لیں گے، اچھا وقت گزر جائے گا۔'' مشعل نے کچن کی طرف جاتے ہوئے کہا تو حاشر اثبات میں سر ہلاتا اندر کمرے کی طرف چلا گیا۔

مشعل خوشی خوشی کچن سمیٹنے لگی یہ جانے بغیر کہ وقت کبھی بھی اتنی آسانی اور آرام سے نہیں گزرتا ہے، جیسا کہ ہم سوچتے یا دعویٰ کرتے ہیں۔

☆☆☆

ڈور بیل کی آواز پہ دعا کے کپڑے بدلتی ثانیہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔

''اس وقت کون آ گیا؟'' ثانیہ نے سوچتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا جو دوپہر کے دو بجا رہی تھی، عنادل کچھ دیر پہلے ہی آفس سے گھر آیا تھا، ویک اینڈ ہونے کی وجہ سے ان کا آج آؤٹنگ پہ جانے کا ارادہ تھا، کیونکہ امن کافی دنوں سے ضد کر رہی تھی اور وہ عنادل کو وہ اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح عزیز تھی، زویا اور امن بھی عنادل سے بھائیوں والے لاڈ ہی اٹھواتی تھیں۔

ثانیہ کو گود میں اٹھائے کمرے سے باہر نکلی تو عنادل ہاتھ میں کوئی پیکٹ پکڑے اندر داخل ہو رہا تھا۔

''کون تھا عنادل؟'' ثانیہ نے پوچھا تو اپنے دھیان میں جاتا عنادل چونک گیا۔

''آں...... کوئی نہیں، TCS تھا میرے نام پہ، آئی تھنک یہ گاؤں والی زمین کے پیپرز ہیں۔'' عنادل نے الٹ پلٹ کر پیکٹ کو دیکھا۔

''میں اسٹڈی میں ہوں پلیز اچھی سی چائے بنا کر دو۔'' عنادل نے غور سے پیکٹ پہ لکھے، بھیجنے والے کے ایڈریس کو پڑھا اور سٹڈی روم میں چلا گیا، ثانیہ سر ہلاتی دعا کو پھپھو امی کے پاس بٹھا کر چائے بنانے کچن میں چلی آئی۔

☆☆☆

دوبئی آنے اور سیٹ ہونے کے کچھ دنوں بعد ہی حاشر بری طرح کام میں بزی ہو گیا اپنے بڑے سے خوبصورت اپارٹمنٹ میں اکیلی بیٹھ کر حاشر کا انتظار کرتے کرتے مشعل شدید بوریت کا شکار ہونے لگی، اتنا بڑا دن کاٹے نہیں کٹتا تھا، اکثر رات کو بھی حاشر گھر نہیں آتا تھا، کیونکہ اسے کام کے سلسلے میں مختلف آس پاس کی اسٹیٹس میں جانا پڑتا تھا، حاشر کی غیر موجودگی میں ایسے وقت کاٹنا مشعل کے لئے بہت مشکل ہو گیا تو اس نے جاب کرنے کا فیصلہ کرلیا، حاشر نے بھی اس کے فیصلے کو سراہا۔

نیوز پیپرز میں ایڈ دیکھ کر مشعل نے اپنی سی وی ایک دو کمپنیز میں بھیج دیں، جس میں سے ایک کمپنی نے اسے انٹرویو کال آئی اور خوش قسمتی سے وہ منتخب بھی ہو گئی، آفس کا ماحول کافی اچھا اور

دوستانہ تھا، اگرچہ مشعل کافی ریزرو اور لئے دیئے والی لڑکی تھی، مگر کچھ لوگوں سے جلد ہی اس کی دوستی ہو گئی، جس میں سے ایک پاکستانی لڑکی عدیلہ بھی تھی، عدیلہ بھی شادی شدہ اور دو بچوں کی ماں تھی وہ اپنے شوہر کا ساتھ دینے کے لئے جاب کرتی تھی، آفس میں سوائے عدیلہ کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ مشعل میرڈ ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حاشر اور مشعل اپنی اپنی مصروفیات کے جال میں پھنستے چلے گئے، ان کی شادی کو سال سے اوپر ہو گیا تھا، اب نجانے کیوں مشعل کو لگنے لگا تھا کہ حاشر اسے نظر انداز کرنے لگا ہے، اس کے رویئے میں عجب سی لاتعلقی در آئی تھی، جس محبت اور گرم جوشی کی بنیاد پہ مشعل نے مستقبل کے کئی خواب سجائے تھے وہ مفقود ہو کر رہ گئی تھی، ایسا لگتا تھا کہ جیسے ایک چھت کے نیچے دو اجنبی رہ رہے ہیں۔

حاشر کو شادی کی پہلی سالگرہ بھی یاد نہیں رہی تھی، مشعل نے وش کیا تو وہ چونک کر سر ہلا کر رہ گیا۔

محبت میں ایک خوبی ہے کہ وہ سامنے والے کی بدلتی نظروں کا بھید بہت جلدی پا لیتی ہے، محبت سچی اور خالص ہو تو اس میں الہام ضرور ہوتے ہیں۔

اب مشعل اکثر سوچتی تھی کہ جس جذبے کو اس نے محبت سمجھ لیا تھا وہ کہیں حاشر کی ہمدردی تو نہیں تھی، اگر ایسا ہی تھا تو مشعل زندگی کی بساط پہ ایک رشتہ اور ہار گئی تھی۔

''نجانے کیوں؟ مجھے رشتے راس نہیں آتے ہیں۔'' مشعل نے اپنے فلیٹ کی بالکونی سے سامنے سڑک پہ رواں دواں ٹریفک کو دیکھتے ہوئے اداسی سے سوچا تھا۔

☆☆☆

چلو یہ فرض کرتے ہیں
کہ
تم مشرق، میں مغرب ہوں
چلو یہ مان لیتے ہیں
بڑا لمبا سفر ہے یہ
مگر یہ بھی حقیقت ہے
تمہاری ذات کا سورج
بہت سا رستہ چل کر
میری ہستی میں ڈوبے گا

بارش کے بعد سے موسم بہت خوشگوار ہو چکا تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے طبیعت کے ساتھ ساتھ موڈ پہ بھی بہت اچھا اثر چھوڑا تھا۔

وہ دونوں بھی موسم کے مزے لیتے ہوئے آہستہ آہستہ چہل قدمی کرتے جا رہے تھے جب اس نے یہ نظم پڑھی۔

''سوری مجھے ایسے لفظ آئی مین پوئٹری سمجھ میں نہیں آتی۔'' اس نے شرارت سے کندھے اچکائے۔

''ہاں تو سمجھنے کو کہہ بھی کون رہا ہے، تم بس محسوس کرو میرے لفظوں کو تمہارا کام بس اتنا ہی ہے۔'' اس نے اپنی نظروں کے حصار میں اسے لیتے ہوئے کہا، مگر سامنے والے کے چہرے پہ ازلی لاپروائی تھی، جیسے وہ ان باتوں کو سنتی ہی نہ ہو اور اگر سنتی ہے تو توجہ نہ دیتی ہو، اس کے معاملے میں وہ ایسی ہی تھی، سخت دل، لاپرواہ، خود میں مگن سی، اس دن کے ایکسیڈنٹ کے بعد سے ان کی دوستی پھر سے قائم ضرور ہو گئی تھی مگر اپنی اپنی جگہ پہ دونوں ہی محتاط رہتے تھے، ایک اظہار کرنے میں اور دوسرا اسے سننے میں۔

بعض لوگ اپنی ذات کے گرد اتنی دیواریں کھڑی کر لیتے ہیں کہ اس میں ان کا اصل چھپ جاتا ہے اور جب تک یہ دیواریں نہ گریں، کوئی

بھی ان تک نہیں پہنچ پاتا ہے اور دیوار گرانے کی کوشش بہت کم لوگ کرتے ہیں جبکہ وہ یہ کوشش مسلسل کر رہا تھا۔

☆☆☆

آج زویا کی مہندی تھی جس کے لئے گھر کے پاس ہی موجود گراؤنڈ میں انتظامات کیے گئے تھے۔

صائمہ آپی، فرحین باجی، رائمہ اور شامین بھی بمعہ اپنی اپنی فیملیز کے آ چکیں تھیں اور خوب رونق لگائی ہوئی تھی، جنید رضوی کے ساتھ ساتھ فرحت بیگم کے گھر میں بھی اسی طرح شور شرابہ اور ہنگامہ رہتا تھا، وجہ شامین اور اس کے دو شرارتی اور نٹ کھٹ سے بچے تھے، اس کے علاوہ شادی کی تیاریاں سب مل جل کر کر رہے تھے اور اسی طرح ہنستے بولتے شور مچاتے آج مہندی کا دن بھی آن پہنچا تھا۔

ثانیہ اور فرحت بیگم شادی سے کچھ دن پہلے ہی جنید رضوی کے گھر رہنے آ چکیں تھیں، عنادل آفس سے فری ہوتے ہی وہاں پہنچ جاتا اور شادی کے انتظامات دیکھنے کے ساتھ ساتھ سب کی کمپنی بھی انجوائے کرتا، عنادل نے کبھی بھی کسی موقع پہ جنید رضوی کو بیٹے کی کمی محسوس ہونے نہیں دی تھی اور نہ ہی ان سب کو بھائی کی، اسی لئے وہ سب بھی جان دیتی تھیں عنادل پہ۔

اور ایک بھائی کی طرح ہی اس کے مان اور لاڈ اٹھاتی تھیں، ثانیہ کے بارے میں شروع سے ہی سب کو علم تھا کہ فرحت بیگم نے اسے عنادل کے لئے پسند کیا ہوا ہے، اس لئے ثانیہ کے دل میں عنادل کے لئے جذبات اور تھے اور ایک مضبوط رشتے میں بندھ کر ان جذبات کو اظہار کا رستہ مل گیا تھا۔

"چلو جلدی کرو، سب پہنچ بھی چکے ہیں اُدھر تمہاری تیاری ہی مکمل نہیں ہو رہی۔" عنادل جو گاڑی میں کئی چکر لگا کر سب کو گراؤنڈ میں چھوڑ کر آیا تھا، ثانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، اب گھر میں صرف ثانیہ اور امن ہی رہ گئیں تھیں۔

"واؤ میری بیٹی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔" عنادل کی نظر جونہی دعا پہ پڑی تو اسے اٹھا کر پیار کرتے ہوئے بولا، دعا کے لئے ثانیہ نے اس دن کی مناسبت سے بہت خوبصورت سا لہنگا لیا تھا۔

"جی بھائی! دعا ہے ہی بہت پیاری اپنی امن خالہ کی طرح۔" امن پاس آ کر بولی تو عنادل ہنس پڑا اور پیار سے اس کے سر پہ چپت لگائی۔

"یہ پیاری سی خالہ اپنی پیاری سی بھانجی کو لے کر گاڑی میں بیٹھے، میں گھر کے لاک چیک کر کے آتا ہوں۔" عنادل نے دعا کو امن کی گود میں دیا تو امن ہنستی ہوئی دعا کو پیار کرتی باہر کی طرف لپکی، اس کے پیچھے نک سک سے تیار خوبصورت سے ڈریس میں ملبوس ثانیہ بھی نکلنے لگی تو کچھ سوچ کر عنادل پلٹا۔

"اوہو میں تو بھول ہی گیا۔" یہ کہہ کر عنادل باہر نکلا اور کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں گجرے تھے۔

"تمہارے لئے گجرے لایا تھا مگر افراتفری میں دینا بھول گیا۔" عنادل نے مسکراتے ہوئے اپنی خوبصورت بیوی کی طرف دیکھا جس کا چہرہ ایک دم سے روشن ہو گیا تھا، اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، تو عنادل نے غور کیے بغیر گجرے اسے پکڑائے، حالانکہ ثانیہ اس کے ہاتھوں سے گجرے پہنا چاہتی تھی۔

"یہ لیں گجرے زوجہ صاحبہ! آپ کو بہت پسند ہیں ناں۔" عنادل نے مسکراتے ہوئے ثانیہ

سے کہا اور اس کی ناک کو شرارت سے دباتا باہر نکل گیا تو ثانیہ ایک دم خاموش سی نظروں سے اس کی چوڑی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔

"نہ کوئی سراہتی نظر ڈالی نہ کوئی شوخ جملہ گجرے بھی اس طرح دیئے جیسے فرض ادا کر رہے ہوں، نجانے کیوں کبھی کبھی مجھے ایسے لگتا ہے کہ جیسے عنادل صرف اور صرف اپنا فرض ادا کر رہے ہیں ایک اچھے شوہر ہونے کا، اچھے باپ بننے کا، ان کے رویئے میں وہ بے ساختگی اور وارفتگی نہیں ہے جو محبت کی پہچان ہوتی ہے، عنادل نے ہمیشہ یہ ہی کہا کہ مجھے کیا پسند ہے اور کیا نہیں، مگر کبھی یہ نہیں بتایا کہ انہیں خود کیا پسند ہے کیا نہیں، کیا انہیں میرے ہاتھوں پہ لگی مہندی اچھی لگتی ہے؟ کیا میرے ہاتھوں میں سجے گجرے انہیں بھی پسند ہیں؟" نجانے کیوں مگر کچھ ایسا ضرور تھا جو اس منظر کو مکمل نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس وقت بھی ثانیہ کو وہ "کچھ" ملک تو ہو رہا تھا مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"شاید یہ میرا وہم ہو۔" ثانیہ نے گہری سانس لیتے ہوئے اپنے ذہن میں ابھرتے سوالوں کو جھٹکا اور اپنے کام سے بھرے نفیس دوپٹے کو کندھے پہ ڈالتی باہر کی طرف چل پڑی، جہاں عنادل اس کا منتظر تھا، ثانیہ کے نکلتے ہی اس نے گھر کو لاک کیا اور کار کا فرنٹ ڈور کھول کر ثانیہ کو بٹھایا، پچھلی سیٹ پہ بیٹھی امن اور دعا کی ہنسی فضا میں خوبصورت جلترنگ بکھیر رہی تھی کہ ثانیہ اور عنادل بھی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا اٹھے۔

☆☆☆

"یہ ریٹا کون ہے؟" بیڈ پہ بیٹھی، حاشر کو تیار ہوتے دیکھ کر مشعل نے سرسری سے لہجے میں سوال کیا تھا مگر بالوں میں برش پھیرتا حاشر کا ہاتھ ایک لمحے کے لئے رکا تھا اور اس نے آئینے میں نظر آتے مشعل کے عکس کو غور سے دیکھا تھا پھر ہیر برش زور سے ڈریسنگ ٹیبل پہ پھینکتے ہوئے مڑا۔

"تمہیں بتایا تھا ناں میں نے کہ ریٹا باس کی بیٹی ہے اور جس پروجیکٹ پہ میں کام کر رہا ہوں اس کو وہ ہی ہینڈل کر رہی ہے، مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو۔" حاشر نے مصروف سے لہجے میں بتاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"تمہارے باس کی بیٹی کیا اپنے سب اسٹاف سے اسی طرح فرینک ہے جیسے تمہارے ساتھ ہے۔" مشعل نے سنجیدگی سے سوال کیا تو حاشر تپ گیا۔

"اب تم جاہل عورتوں کی طرح مجھ پہ شک مت کرنے لگ جانا، انسان جہاں کام کرتا ہے وہاں اکثر و بیشتر ایسی دوستیاں قائم ہو جاتیں ہیں یہ معمول کی باتیں ہیں کیا میں نے کبھی تم سے پوچھا یا چیک کیا ہے کہ اپنے میلز کولیگ کے ساتھ تمہاری کتنی فرینکس ہے یا نہیں۔" حاشر نے ناگواری سے لفظ چباتے ہوئے کہا اور زور سے دروازہ بند کرتا گھر سے باہر نکل گیا، اسے ایک آفیشل ڈنر پہ جانا تھا، جہاں بقول اس کے کہ وہ مشعل کو نہیں لے جا سکتا تھا۔

مشعل نے خاموش اور ڈبڈبائی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھا، حاشر کے لفظ کتنے سخت اور تکلیف دہ ہوتے تھے اسے احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ مشعل کس اذیت اور تکلیف سے گزرتی ہے اور اب تو یہ معمول بن چکا تھا مشعل کی معمولی اور چھوٹی سی بات پہ بھی حاشر اسی طرح ری ایکٹ کرتا تھا کہ مشعل بہت کچھ سوچنے پہ مجبور ہو جاتی تھی کہ آخر حاشر کے بدلتے رویئے کی وجہ کیا ہے۔

اور پھر اسے بہت جلد پتا چل بھی گیا، حاشر کی مختلف لڑکیوں سے بڑھتی دوستیاں جن کی حدود و قیود کیا تھیں مشعل نہیں جانتی تھی، مگر راتوں کو دیر سے گھر آنا یا اکثر آنا ہی نہ، اس دوران ہی مشعل پہ انکشاف ہوا کہ حاشر شراب بھی پیتا ہے، مشعل کو یہ جان کر بہت تکلیف ہوئی۔

اور اب پچھلے کچھ ہفتوں سے حاشر کے موبائل پہ بار بار آنے والی ریٹا کی کالز اور مختلف میسجز سے مشعل کو اندازہ ہو چکا تھا کہ آج کل حاشر کی اصل مصروفیت کون ہے مشعل نے حاشر کے موبائل پہ ریٹا کے کچھ میسجز پڑھے تھے جو کسی طرح بھی ایک باس اور کولیگ کے تعلق کو ظاہر نہیں کرتے تھے بلکہ کسی اور طرف ہی اشارہ کرتے تھے۔

مشعل کو یاد ہے کہ یہاں آنے سے پہلے حاشر نے اسے کہا تھا کہ وہ زندگی میں بہت کامیابی اور ترقی چاہتا ہے اور اس کے لئے کچھ بھی کر سکتا تھا اور شاید ریٹا کی صورت میں اسے وہ سیڑھی مل چکی تھی اور اب اس کے لئے مشعل کو چھوڑنا پڑتا، تو وہ شاید ایک لمحے کی بھی دیر نہ کرتا۔

مشعل صبر اور دعا سے کام لے رہی تھی کیونکہ حاشر کے سوا اس کے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا، کوئی رشتہ نہیں تھا کبھی کبھی وہ بے اختیار خدا سے شکوہ کرنے لگتی تھی اسے لگتا تھا کہ دنیا میں اس سے زیادہ بدقسمت کوئی نہیں تھا جس کے دونوں ہاتھ خالی تھے جس کی زندگی میں کوئی سچا اور کھرا رشتہ نہیں تھا۔

مشعل نے روتے ہوئے سر گھٹنوں میں چھپا لیا، اپنے بازوؤں میں سمٹ کر خود ہی بکھرنا اور پھر خود ہی سمٹنا کیا ہوتا ہے یہ سب نہیں جان سکتے ہیں، مگر مشعل اس کرب سے اس تنہائی سے بارہا گزری تھی، اس کے کانوں میں امرت بن کر اترے لفظ کب کے کھو چکے تھے اس کے دل کی زمین اب بھی بنجر اور پیاسی تھی۔

اور اس زمین کو انتظار تھا محبت اور خلوص کی بارش کا، جو اس کی بنجر زمین کو سیراب کر کے پھر سے زرخیز بنا دے گی۔

☆☆☆

مہندی کا فنکشن ختم ہوتے ہی سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تھے، عنادل تھکا ہارا سب سے لیٹ پہنچا تو جنید ماموں کے گھر میں ابھی بھی سب جاگ اور ہلا گلا کر رہے تھے عنادل کو دیکھتے ہی اسے بھی اپنے ساتھ گھسیٹنا چاہا تو اس نے تھکن کا بہانہ کر دیا اور سب کے درمیان بیٹھی ہنستی مسکراتی ثانیہ سے اپنے گھر کی چابی مانگی، تو جنید رضوی چونک گئے۔

''عنادل بیٹا رات یہاں ہی رک جاؤ سب بچیاں اتنے عرصے بعد اکٹھی ہوئیں ہیں خوش ہو جائیں گی۔'' جنید رضوی نے شفقت سے کہا تو عنادل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ماموں جان ضرور رک جاتا مگر کل آفس میں ایک بہت ضروری فائل مکمل کر کے دینی ہے پھر آگے کچھ دن کی چھٹی بھی لی ہوئی ہے انشاءاللہ پھر مل کر بیٹھیں گے۔'' عنادل نے سب کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو جنید رضوی اثبات میں سر ہلا کر رہ گئے، فرحت بیگم آج کل اپنے بھائی کے گھر ہی قیام پذیر تھیں۔

جنید رضوی، عنادل کو چھوڑنے گیٹ تک آئے تھے اور پھر کچھ یاد آنے پہ چونک کر پوچھنے لگے۔

''تمہیں رجسٹری مل گئی ہے؟''

''جی ماموں دو تین دن پہلے ڈاک کے ذریعے وصول ہوئی ہے کچھ کاغذی کارروائی رہتی تھی میں نے وکیل سے بات کر لی تھی انشاءاللہ کچھ دنوں تک زمین کی منتقلی میرے نام ہو جائے گی۔'' عنادل نے تفصیل سے بتایا تو جنید رضوی سر ہلا کے رہ گئے، یہ زمین عنادل کے والد چوہدری فیاض کی ملکیت تھی، جو کچھ قانونی پیچیدگیوں کے باعث اب عنادل کو ملی تھی۔

ان کے گھر سے نکلنے کے بعد عنادل نے کار کا رخ اپنے گھر کی بجائے مین روڈ کی طرف کر دیا، سردی کی سرد راتوں میں دھند میں لپٹی خاموشی میں کسی کی پرچھائیں کبھی چھپتی کبھی سامنے نظر آنے لگتی تھیں، عنادل نے ہاتھ بڑھا کر سی ڈی پلیئر آن کر دیا، نصرت فتح علی خان کی آواز میں ایک آفاقی سچائی اس کے دل پہ اثر کر رہی تھی۔

میری رات کا چراغ
میری نیند بھی ہے تو
میری ساری عمر میں
ایک ہی کمی ہے تو!!

عنادل نے سختی سے اپنے لب بھینچ لئے، اس کی آنکھیں رت جگوں کے عذاب سے جل رہی تھیں ان میں پھیلی سرخی تھکاوٹ کی نہیں کسی کی یاد کی تھی، عنادل نے ایکسلیٹر پہ پاؤں رکھ کر گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی تھی، اسے ادھوری باتوں ادھوری چیزوں سے سخت چڑ تھی مگر قسمت کے لکھے ادھورے پن سے ہم کبھی بھی نہیں لڑ سکتے، چاہے جتنی بھی کوشش کریں۔

وہ بھی روز ایسے ہی اپنی ذات کے ادھورے پن سے لڑتا تھا۔

بات بے بات یاد آتا ہے وہ
بھول جانے میں کچھ کمی ہے ابھی

☆☆☆

''حاشر تم میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو بھول گئے تم کہتے تھے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے تو پھر اب میری محبت کی جگہ کوئی دوسری محبت کیسے جگہ لے سکتی ہے۔'' مشعل نے سوجی آنکھوں اور دکھی دل کے ساتھ حاشر سے سوال کیا، جو بیگ میں اپنی چیزیں اٹھا اٹھا کر رکھ رہا تھا، اس نے مشعل کو کل رات بہت واضح لفظوں میں بتا دیا تھا کہ اس کی زندگی میں اب مشعل کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ اور ریٹا بہت جلد ایک ہونے والے ہیں اور ریٹا سے شادی کرنے سے پہلے اسے مشعل کو چھوڑنا ہو گا اسی لئے وہ ذہنی طور پر مشعل کو تیار کر رہا تھا وہ اور ریٹا ایک مہینے کے لئے فرانس جا رہے تھے وہاں سے آتے ہی اس نے کوئی فائنل قدم اٹھانا تھا، مشعل کا یہ سنتے ہی رو رو کر برا حال تھا، اس کے سب خدشے سب سچ ثابت ہو رہے تھے۔

''دیکھو مشعل! میرے لئے میرا کیریئر میری ترقی بہت اہم ہے، میں نے بچپن سے ہی غربت دیکھی اور سہی ہے کیا تم نے کبھی غور نہیں کیا کہ میں کبھی پلٹ کر اپنے ماں باپ بہن بھائیوں سے ملنے نہیں گیا سوائے ہر مہینہ کچھ رقم انہیں بھیجنے اور کبھی کبھی فون پہ بات کرنے کے علاوہ میں نے ان سے کوئی ناطہ نہیں رکھا۔'' حاشر کے کہنے پہ مشعل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر کسی خدشے کے تحت بولی۔

''تو کیا تم نے مجھ سے شادی بھی کسی ضرورت کے تحت کی تھی۔'' مشعل نے خوفزدہ سے لہجے میں پوچھا تو حاشر کچھ لمحوں کے لئے بالکل خاموش ہو گیا، مشعل کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا، حاشر کی خاموشی اس کے شک پہ یقین کی مہر لگا رہی تھی۔

''ہاں۔'' حاشر نے گہری سانس لیتے ہوئے مشعل کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''مشعل تم بہت خوبصورت ہو، سب سے بڑھ کر بہت معصوم اور سیدھی سادھی سی، اگر میں ایمانداری سے سوچوں تو تم سے اچھی لائف پارٹنر شاید کبھی نہ ملے، تم ہر اچھے اور نیک مرد کا خواب ہوسکتی ہو، مگر افسوس کہ نہ تو میں اچھا اور نہ ہی نیک مرد ہوں، تم سے پہلے اور تمہارے آنے کے بعد بھی بہت سی لڑکیاں میری زندگی میں شامل رہی تھیں اور تم اچھی طرح سمجھتی ہوگی کہ ان دوستیوں میں حدود و قیود کا کوئی نظریہ لاگو نہیں ہوتا۔'' حاشر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو مشعل نے نفرت سے اس غلاظت سے بھرے شخص کو دیکھا جو بہت فخر اور اطمینان کے ساتھ اپنے گناہوں کا اعتراف کررہا تھا مشعل کو اس سے کراہت محسوس ہوئی اور وہ چند قدم پیچھے ہٹی، حاشر نے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور بولا۔

''میں اس وقت بھی کسی ایسی سیڑھی کی تلاش میں تھا جو مجھے آسمان کی بلندی تک لے جائے، اسی دوران اتفاق سے مجھے تم مل گئی، ڈری سہمی، دنیا سے انجان اپنے مسئلوں میں الجھی مگر گرین کارڈ ہولڈر، تم سے شادی کرکے میں لندن میں مستحکم ہوسکتا تھا اور میں نے یہ ہی کیا اور شاید تمہارے میری زندگی میں آنا میری خوش نصیبی بن گیا اور مجھے اتنی اچھی کمپنی میں جاب مل گئی، جس کی وجہ سے ہمیں یہاں آنا پڑا اور آج جب ریٹا مجھ پہ دل و جان سے فدا ہے، مہربان ہے تو میں کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤں میری ترجیحات میں روپیہ پیسہ اہم ہے آپ کے پاس پیسہ ہو دولت ہو اسٹیٹس ہو تو ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی مل جاتی ہے۔'' حاشر نے خباثت سے ہنستے ہوئے کہا تو مشعل نے حیرانی سے اس شخص کو دیکھا جو اس کا مجازی خدا تھا جس کے ساتھ پچھلے دو سالوں سے وہ ایک چھت تلے رہ رہی تھی، وہ کبھی جان ہی نہیں سکی تھی کہ حاشر اتنا سطحی اور مادیت پرست تھا، شاید وہ ٹھیک کہتا تھا کہ مشعل اپنی سادگی اور معصومیت میں دھوکہ کھا جاتی تھی۔

''مجھے امید ہے کہ میرے واپس آنے تک تم بھی کوئی فیصلہ کرچکی ہوگی، یہاں رہنا چاہو یا واپس لندن جانا چاہو، یہ سب تم پہ منحصر ہے، گڈ بائے ڈارلنگ۔'' حاشر نے ٹرالی بیگ گھسیٹتے اسے کے پاس سے گزرتے دھیرے سے اس کے رخسار کو چھوتے ہوئے کہا تو مشعل فوراً پیچھے ہٹ گئی، حاشر ہنستا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

مشعل نے اپنے آنسوؤں کو صاف کیا ایسے شخص کے ساتھ زندگی گزارنے سے تو بہتر تھا کہ وہ اکیلے ہی زندگی گزار لیتی، وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسے شخص کے ساتھ رہ رہی ہے جو انسانیت کے درجے سے بہت نیچے گرا ہوا تھا۔

''نہیں اب نہیں اور نہیں روؤں گی اس شخص کے لئے، کسی بھی فرد کے لئے اب آنسوؤں نہیں بہاؤں گی۔'' مشعل نے سختی سے اپنے گال پہ پھیلے آنسوؤں کو رگڑ کر صاف کیا اور ایک عہد کرتی ہوئی اٹھ گئی اور صبح آفس جانے کے لئے کپڑے نکالنے لگی، پہلے ہی وہ کافی چھٹیاں کرچکی تھی اس نے اپنا موبائل بھی آف کر رکھا تھا، آن کیا تو عدیلہ کے کتنے ہی میسجز آئے ہوئے تھے، مشعل کاؤچ پہ بیٹھ کر اسے فون ملانے لگی۔

☆☆☆

زویا کی شادی کے ہنگامے سرد پڑتے ہی آہستہ آہستہ کرکے سب واپس اپنے گھروں کو پلٹتے گئے جنید رضوی کے گھر میں ایک دم سے ہی خاموشی چھا گئی تھی، یہی حال فرحت بیگم کے گھر میں بھی تھا، شاہین کے واپس جانے سے مخصوص ہلچل اور رونق ختم ہوکر رہ گئی تھی۔

ان دنوں ہی جنید رضوی کا ارادہ عمرے کی

ادائیگی کا بنا تو اپنے ساتھ ساتھ انہیں نے فرحت بیگم اور عنادل کو بھی چلنے کے لئے کہا، مگر عنادل آفس کی مصروفیات کی وجہ سے نہ جاسکا، مگر امی ماموں اور ممانی کو ان کے ساتھ روانہ کردیا۔

جنید رضوی کے گھر کو تالا لگا کر امن کو اپنے گھر لے آئے، پندرہ دن بعد انہوں نے واپس گھر آ جانا تھا، امن کے تو مزے ہوگئے تھے ہر وقت دعا کے ساتھ کھیلتی، شرارتیں کرتی رہتی تھی شام کو اکثر عنادل سے ضد کرکے کوئی نہ کوئی آؤٹنگ کا پروگرام بنا لیتی تھی، جسے عنادل بغیر چوں چراں کئے پورا کرتا تھا۔

ثانیہ بھی امن کے آجانے سے بہت خوش تھی، ان کے گھر میں ہر دم امن اور دعا کی ہنسی گونجتی رہتی تھی، عنادل اکثر اطمینان سے مسکرا دیتا تھا کہ اس نے زندگی کے بہت سے فرض ادا کر دیئے تھے، اپنے سے جڑے ہر رشتے کو پوری ایمانداری سے نبھایا تھا اور اس کے لئے وہ اپنے رب کے ساتھ ساتھ ایک اور ہستی کا بھی شکر گزار تھا کہ اگر وہ ہستی راہنمائی نہ کرتی تو شاید عنادل اپنی راہ سے بھٹک چکا ہوتا۔

☆☆☆

''ایک منٹ رکو میری بات سنو پلیز۔'' اس نے تیز تیز قدموں سے چلتی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر روکا تو وہ لڑکی غصے سے بپھر گئی اور غصے سے بولی۔

''میرا ہاتھ چھوڑو۔'' اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، اسی دوران ہلکی کن من کن من سی بوندیں ان کے چہروں پہ پڑنے لگیں۔

''میں تمہارا ہاتھ چھوڑ دوں گا پہلے تم مجھ سے بات کرنے کا وعدہ کرو۔'' اس نے اپنی بات پہ قائم رہتے ہوئے اسی سنجیدگی سے کہا۔

''کیا کہنا ہے آپ کو؟'' وہ چڑ کر بولی، تو وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

''تم میرے ساتھ ایسا کیوں کررہی ہو؟ میری فون کالز، میرے میسجز کسی چیز کا جواب نہیں دے رہی ہو، تم نہیں جانتی کہ میں کتنا پریشان رہا ہوں تمہاری غیر موجودگی سے، عجیب عجیب سے وہم اور وسوسے دل میں آرہے تھے تم ٹھیک تو ہو ناں۔'' اس نے بے بسی سے اعتراف کرتے اس کے ستے ہوئے چہرے پہ نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''تو میں کیا کروں تم پریشان تھے تو؟ کچھ نہیں ہوا ہے مجھے مہربانی فرما کر ٹینشن نہ لیں اور میرے راستے سے ہٹ جائیں۔'' اس نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

''واؤ کتنے آرام سے کہہ دیا کہ ٹینشن نہ لیں، اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میں ٹینشن لیتا نہیں ہوں بس یہ خود سے ہو جاتی ہے جیسے کوئی بہت اپنا بہت پیارا کسی تکلیف میں ہو، اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ پچھلے کچھ دنوں سے میرا دل بلاوجہ ہی بہت پریشان اور اداس اداس سا ہے اور اوپر سے تمہارا یہ رویہ۔'' اس نے اپنی کیفیت پہ خود بھی الجھتے ہوئے کہا تو اس کی بات غور سے سنتی وہ چڑ کر بولی۔

''اُف یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔'' اس نے کہا اور مڑ کر جانے لگی، مگر اس نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا۔

''ہاں ٹھیک کہا کہ مجھے کچھ بھی ہو یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے مگر......'' اس نے ایک لمحے کا توقف کیا اور اس کی سنہری آنکھوں میں تیرتے گلابی ڈوروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''مگر تمہیں کچھ ہو یہ میرا مسئلہ ضرور ہے اور تم کہتی ہو ناں کہ مجھے کیا مسئلہ یا تکلیف ہے تو تم ایک کام کرو کہ تمہیں جو بھی پرابلم ہو اسے خود تک

ہی محدود رکھو، پچھلے ایک ہفتے سے مجھے کیوں ٹینشن دی ہوئی ہے، نہ دن کو چین لینے دیتی ہو نا رات کو، بار بار تصور میں آ کر پریشان کرتی ہو اور پھر کہتی ہو کہ مجھے کیا تکلیف ہے۔" اس نے بے بسی سے اعتراف کرتے ہوئے اس سے شکوہ کیا ایک عجیب سی بے بسی تھی اس کے لہجے میں، یہی وہ لمحہ تھا جب وہ [illegible] ہو کر اس کی طرف نم آنکھوں سے دیکھتی وہ بے اختیار اس کے کندھے سے لگ کر رونے لگی۔

کن من کن من پڑتی بوندیں بارش کی تیز بارش تبدیل ہو چکی تھیں اور وہ دونوں اس بوچھاڑ میں کھڑے بھیگ رہے تھے، اسے لگا جیسے بلیک اینڈ وائٹ منظر میں اچانک ہی قوس قزح کے سارے رنگ بھر گئے ہوں، اس کا وجود ایسے ہی رنگوں اور خوشبوؤں سے بھرپور تھا۔

"تمہارا رونا مجھے تکلیف دے رہا ہے۔"

اس نے دھیرے سے سرگوشی کی، وہ اس کے کندھے سے لگی اس کے اتنے قریب کھڑی تھی کہ اس کے نم بال اس کے چہرے کو چھو رہے تھے بے اختیار اس کا دل چاہا کہ وہ اس کانچ سی نازک لڑکی کو اپنی پناہوں میں چھپائے اور دنیا کے ہر غم سے محفوظ کر لے اس نے سر اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف دیکھا، یہ بارش اس کی زندگی کی سب سے خوبصورت اور مکمل بارش تھی۔

ایک منزل پہ رک گئی ہے حیات
یہ زمیں جیسے گھومتی ہی نہیں

☆☆☆

"پھر تم نے کیا سوچا ہے مشعل؟" عدیلہ نے لنچ بریک میں مشعل کے پاس بیٹھتے ہوئے ہمدردی سے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں نے کیا سوچا ہے، فیصلہ تو حاشر کر ہی چکا ہے۔" مشعل نے افسردگی سے گہری سانس لیتے ہوئے کہا، حاشر کو گئے دس دن گزر چکے تھے اور اس دوران اس نے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔

"دیکھو مشعل ابھی تمہارے آگے ساری زندگی پڑی ہوئی ہے، حاشر جیسے شخص کے سوگ میں زندگی گزارنا کہاں کی عقل مندی ہے، میرے خیال سے اس کے آنے تک تم بھی کوئی فیصلہ کر لو۔" عدیلہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیسا فیصلہ عدیلہ!" مشعل نے ناسمجھی سے سوال کیا۔

"مشعل زندگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جو صرف ایک بار ملتی ہے بجائے اس کہ تم اسے رونے دھونے اور شکوے کرنے میں گزار دو، آگے بڑھ کر اپنا راستہ خود تلاش کرو، مجھے یقین ہے کہ اس دنیا میں کوئی نہ کوئی ایک شخص ایسا ضرور ہوگا جو تم سے سچی محبت کرے گا، جو صرف تمہارے لئے بنا ہوگا جب تک زندگی ہے اس کی رحمت سے مایوس مت ہو اور اس کی رحمت کی سب سے بڑی نشانی سچی اور کھری محبت کا ملنا ہے، میری بات پہ غور کرو، ٹھنڈے دل سے سوچو، محبت بار بار تمہارے در پہ دستک نہیں دے گی۔" عدیلہ نے اسے کچھ سمجھاتے ہوئے معنی خیزی سے کہا تو مشعل بے اختیار چونک گئی۔

اسے محبت سے ڈر لگتا ہے اسے محبت کو آزمانے سے ڈر لگنے لگا ہے مگر وہ یہ سب عدیلہ سے نہ کہہ سکی جو امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

میرے ہاتھوں کی لکیروں میں یہ عیب ہے محسن
میں جس کو چھو لوں وہ میرا نہیں رہتا

☆☆☆

ویک اینڈ ہونے کی وجہ سے جوائے لینڈ میں کافی رش تھا، مگر امن اور دعا نے بہت

انجوائے کیا تھا اور انہیں خوش و مگن دیکھ کر ثانیہ اور عنادل بھی مسکرا رہے تھے۔

عنادل اور ثانیہ سائیڈ پہ کھڑے باتیں کر رہے تھے عنادل کا موڈ کافی دنوں کے بعد کچھ بہتر محسوس ہو رہا تھا ورنہ وہ پچھلے کافی دنوں سے عجیب اداس اور کھویا کھویا سا رہنے لگا تھا۔

ثانیہ یہ ہی سمجھتی رہی کہ پھپھو امی کو مس کر رہا ہے کیونکہ عنادل اپنی ماں سے بہت اٹیچڈ تھا۔

واپسی پہ کھانا کھانے کے بعد Yummy-36 سے سب کو ان کی من پسند فلیور کی آئس کریم کھلائی اور بہت خوشگوار اور اچھے موڈ میں گھر واپس آئے۔

دعا اور امن کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر ثانیہ سارے گھر کی لائٹس آف کرتے اپنے کمرے میں آئی تو عنادل کپڑے تبدیل کر کے نیم دراز لیٹا ہوا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

ثانیہ چینج کرنے کے بعد، لائٹ آف کرتی بستر پہ آ لیٹی اور کروٹ بدل کر نائٹ بلب کی روشنی میں عنادل کے خوبصورت اور وجیہہ چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

"پھپھو امی کو یاد کر رہے ہیں۔" ثانیہ نے نرمی سے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تو عنادل نے چونک کر پہلے اسے اور پھر اپنے ہاتھ پہ رکھے اس کے نرم و نازک ہاتھ کو دیکھا اور دھیرے سے اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے لبوں سے لگا لیا تو ثانیہ شپٹا گئی اور اپنا ہاتھ کھینچنے لگی، عنادل نے اس کی طرف کروٹ لی اور مسکراتے ہوئے بہت غور سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم بہت اچھی ہو ثانیہ، تم نے میرے چھوٹے سے گھر کو اپنی محبت اور توجہ سے جنت بنا دیا ہے، بلاشبہ تم ایک اچھی بہو نیک اور فرمانبردار بیوی اور بہترین ماں ہو۔" عنادل کے منہ سے نکلے تعریفی کلمات نے ثانیہ کو دنگ کر دیا تھا اور وہ حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی، اس کی اتنی حیرانگی پہ عنادل شرمندہ ہو گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں اچھا شوہر ثابت نہیں ہو سکا، میں اکثر تمہیں اگنور کر دیتا ہوں اپنی الجھنوں میں، تمہیں بھول جاتا ہوں مگر تم نے کبھی مجھ سے شکوہ نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے، تھینک یو ثانیہ۔" عنادل نے آج سچے دل سے اعتراف کیا تو ثانیہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"اس میں شکریہ والی کیا بات ہے عنادل! میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہی ہوتا ہے دکھ سکھ کا ساتھی اور اگر اس میں محبت بھی شامل ہو جائے تو اس سے مضبوط اور خوبصورت رشتہ کوئی نہیں ہے اور میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں عنادل خان۔" ثانیہ نے بے اختیار اعتراف کیا اور اس کے کندھے سے آ لگی، ثانیہ کے نرم و ملائم بالوں سے کھیلتا عنادل کا دل درد سے کراہا تھا، اس کی آنکھوں سے کتنے ہی آنسو نکل کر اس کے گھنے بالوں میں جذب ہو چکے تھے جن سے بے خبر وہ اپنی محبت کی بانہوں میں سکون سے سو چکی تھی۔

اس بات سے بے خبر کہ عنادل اس وقت اس کے وجود میں کسی اور کو تلاش کر رہا ہے، وہ ثانیہ کو نہیں کسی اور کو اپنے قریب پا رہا ہے۔ ثانیہ اتنے میں خوش تھی کہ عنادل نے آج اس کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے بہترین بہو، بیوی اور ماں کا خطاب دیا تھا، مگر وہ سمعے اس سے یہ پوچھنا بھول گئی تھی کہ کیا عنادل بھی اس سے محبت کرتا ہے؟ اگر عنادل اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی آنکھوں میں تیرتی اداسی میں ٹھہری نمی کس کے لئے ہے۔

میں تجھے یاد بھی کرتا ہوں تو جل اٹھتا ہوں
تو نے کس درد کے صحرا میں گنوایا ہے مجھے

☆☆☆

"کل کی میٹنگ کیسی رہی تمہاری؟" آئس کریم کے کپ میں چمچ چلاتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"بہت اچھی، میری امید سے بھی زیادہ۔" سامنے والے نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا، موسم کافی خوشگوار تھا، دونوں سڑک پہ واک کرتے ہوئے آئس کریم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"اچھا تو پھر تمہاری جاب پکی سمجھوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں تم کہہ سکتی ہو، کیونکہ تم نہیں جانتی؟" اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلاتے اسے بتاتے ہوئے کہا۔

"مینجنگ ڈائریکٹر نے کہا۔"

"I like you"۔

"تم جانتی ہو کہ میں نے جواب میں کیا کہا؟" اس نے پوچھا تو آئس کریم کے کپ میں جھانکتے اس نے لاعلمی میں سر ہلایا تھا۔

"میں نے کہا۔"

"I wish these words might be said by some one else۔" اس نے معنی خیز لہجہ میں کن انکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو ایک لمحے کے لئے اس کے ہاتھ رکے اور پھر سے وہ آئس کریم کھانے میں مگن ہو گئی، اس نے بے اختیار گہری سانس لی تھی، نجانے یہ لڑکی بھی کبھی اتنی ناقابل تسخیر کیوں لگتی تھی، جس پہ کوئی بات کوئی جذبہ اثر نہیں کرتا تھا۔

"پھر تو آپ کو مبارک ہو، اتنی بڑی کامیابی ملنے پر۔" اس نے مسکراتے ہوئے مبارکباد دی تھی۔

"تم ساتھ ہو تو سب اچھا ہونے لگتا ہے سب بگڑے کام بھی سنورنے لگتے ہیں، یو آر لکی فارمی۔" اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا تو ایک لمحے کے لئے وہ ساکت سی ہو کر رک گئی وہ دو قدم آگے جا کر رک گیا اور مڑ کر اس کے گم صم سے انداز کو دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟" اس نے پوچھا تو اپنی آنکھوں کی نمی چھپاتی وہ پھر سے چلنے لگی، میٹرو اسٹیشن پہ پہنچ کر اچانک وہ بولی تھی۔

"اور اگر کبھی ایسا ہو کہ تمہیں مجھ سے زیادہ لکی اور خوش نصیب کوئی مل جائے تو......؟" اس کی بات پہ وہ بے اختیار ہنس پڑا اور اس کے خوبصورت چہرے پہ رقم الجھن کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم محبت اور ضرورت میں فرق نہیں کر سکتی ہو، محبت میں پارس صرف ایک ہی فرد ہوتا ہے جو ہمارے وجود کو چھو کر سونا بنا دیتا ہے محبت جس پہ بھی مہربان ہو گی وہ دنیا کا خوش نصیب شخص ہی کہلائے گا چاہے بظاہر اس کے پاس ایسا کچھ بھی نہ ہو جو اسے خاص بناتا ہو، اب آیا سمجھ میں محترمہ۔" عنادل نے ہلکے سے اس کی ناک کو چھوا تو کچھ دیر تک اس کے چہرے کو دیکھتی وہ یکدم سے پلٹ کر چلی گئی، جبکہ وہ بہت خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

وہ بھی کیا شخص ہے کہ پاس آ کر
فاصلے دور تک بچھاتا ہے

☆☆☆

حاشر جتنے غرور و فخر سے گیا تھا، ایک مہینے بعد واپس آیا تو اتنا ہی خاموش اور افسردہ تھا، مشعل منتظر تھی کہ حاشر کب اپنا فیصلہ سنائے گا اور اسے اپنی زندگی سے چلے جانے کو کہے گا، مگر اس کی طرف سے ہنوز خاموشی تھی، اسی طرح دو ہفتے گزر چکے تھے اکثر مشعل کو لگتا تھا کہ جیسے حاشر کچھ

کہتے کہتے رک سا جاتا ہے، جیسے اسے مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

مشعل نے اس کے آنے سے پہلے اپنا روم الگ کر لیا تھا، مگر فی الحال وہ اس کے کھانے پینے اور دوسری ضرورتوں کا دھیان رکھ رہی تھی۔

اس دن ویک اینڈ تھا، مشعل اپنے فلیٹ کی بالکونی میں کھڑی ہاتھ میں چائے کا مگ تھامے سڑک پہ بھاگتی دوڑتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی، دوبئی میں ہونے والی بارشوں نے موسم کافی خوشگوار کر دیا تھا، ابھی بھی ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی، مشعل کسی خیال میں گم دھیرے سے مسکرا دی، جب اسے اپنے پاس آہٹ سی محسوس ہوئی اور اس نے پلٹ کر دیکھا تو حاشر اس کے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا تھا، مشعل دوبارہ رخ موڑ کر باہر دیکھنے لگی، کچھ دیر دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی جسے پھر حاشر کی آواز نے توڑا۔

"مشعل میں تمہارے ساتھ دوبارہ سے اپنی زندگی شروع کرنا چاہتا ہوں۔" مشعل نے چونک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا، جس پہ سنجیدگی رقم تھی۔

"ایک منٹ کچھ بھی کہنے سے پہلے میری پوری بات سن لو۔" حاشر نے اسے لب کھولتے دیکھا تو روکتے ہوئے بولا، مشعل نے لب بھینچ کر چہرہ موڑ لیا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا ہے، غلط کیا ہے مگر ریٹا کی بے وفائی نے مجھ پہ تمہاری قدر واضح کر دی ہے۔"

"او تو یہ وجہ ہے واپس پلٹنے کی۔" مشعل نے گہری سانس لیتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا تو حاشر شرمندہ ہو گیا۔ حاشر میں سو برائیاں سہی مگر ایک بات تھی کہ وہ بات کھری کرتا تھا۔

"ریٹا کے لئے میں صرف ایک کھلونے کی طرح تھا جب تک اس کا دل چاہا مجھ سے دل بہلاتی رہی اور جب دل بھر گیا تو......" حاشر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے بھی تو یہی کیا تھا مسٹر حاشر، جب آپ بہت آسانی اور آرام کے ساتھ کسی کو دھوکہ دے سکتے ہیں تو کوئی اور بھی آپ کے ساتھ یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔" مشعل نے زیر خند لہجے میں کہا اور پلٹ کر اندر جانے لگی، تو حاشر نے ایکدم سے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

"مشعل کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتی ہو، صرف ایک بار اس محبت کی خاطر جو ہم میں تھی، یا اس رشتے کی خاطر جو ابھی بھی ہمارے درمیان موجود ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ سب غلط کام چھوڑ دوں گا پلیز مجھے ایک موقع دو۔" حاشر نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"حاشر تمہارے جانے کے بعد میں نے بہت سوچا بہت غور کیا تو مجھے پتا چلا کہ ہم میں محبت کبھی بھی نہیں تھی، ہم دونوں اپنی اپنی ضرورت کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب آئے تھے اور تمہارا شکریہ کے تم مجھے اس گمان سے باہر نکلنے میں مدد دی۔" مشعل نے تڑخ کر کہا تو حاشر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے خود سے قریب کر لیا، مشعل نے اپنا آپ چھڑانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔

"مشعل!" حاشر نے اس کے خوبصورت گھنے بالوں میں ہاتھ پھنسا کر اس کے سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"مشعل ہم دونوں نئے سرے سے زندگی شروع کریں گے، اپنا ایک چھوٹا سا گھر بنائیں گے جس میں میں ہوں گا تم ہو گی اور...... اور ہمارے بچے۔" حاشر نے رک کر کہا تو مشعل

چونک کرزیرلب بولی۔

"ہمارے بچے؟" عاشر کو بچے پسند نہیں تھے مگر مشعل کی شدید خواہش تھی کہ وہ جلد از جلد ماں بنے جسے عاشر ہمیشہ سختی سے منع کر دیتا تھا، بقول اس کے کہ ابھی سے ہم ان پابندیوں میں کیوں پڑے اور اب وہی عاشر اس سے کہہ رہا تھا کہ......

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔" مشعل ساری باتیں بھول گئی اور اس کی آنکھوں میں بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی، تو عاشر نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"یقین نہیں آ رہا ناں۔" عاشر نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر کمرے میں لے آیا اور دراز کھول کر ایک کارڈ نکال کر مشعل کی طرف بڑھایا، مشعل نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کارڈ پکڑ لیا اور چونک گئی۔

"یہ یہاں کی مشہور گائنالوجسٹ کا کارڈ ہے میں نے کل کا ٹائم لیا ہے۔" عاشر نے کہا تو مشعل بے یقینی سے کارڈ پہ لکھی کل کی تاریخ کو دیکھنے لگی، جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو چکی تھی تو زندگی نے ایک بار پھر اس کا راستہ متعین کر دیا تھا۔ حوا کی بیٹی ہمیشہ سے مرد کی چکنی چپڑی باتوں پر بہلتی آئی ہے سو مشعل بھی سب کچھ بھول کر ایک بار پھر عاشر کے ساتھ زندگی گزارنے کا سوچنے لگی۔

☆☆☆

جنید رضوی کے گھر میں آج خوب رونق لگی ہوئی تھی، وہ لوگ کل رات ہی عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپس آئے تھے اور آج صبح سے ہی ملنے ملانے والوں کا رش لگا ہوا تھا، ثانیہ اور امن نے سارا انتظام سنبھال رکھا تھا، کچھ دیر پہلے ہی زویا اپنے میاں احسن کے ساتھ ملنے آئی ہوئی تھی، احسن بہت باتونی اور ہنس مکھ سا تھا، سب کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہا تھا عنادل بھی اس کی کمپنی کو بہت انجوائے کر رہا تھا، اچانک احسن نے عنادل سے پوچھا۔

"عنادل بھائی! زویا بتا رہی تھی کہ آپ نے کچھ عرصہ دوبئی میں ایک بہت اچھی ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کی ہے پھر چھوڑ کر پاکستان کیوں آ گئے تھے، اس کمپنی میں تو ترقی کے کافی چانسز تھے آپ کے لیے۔" احسن کی بات پہ عنادل نے چونک کر دیکھا تھا، ہاتھ میں پکڑے کپ پہ اس کی گرفت ایکدم سے سخت ہو گئی تھی، اس کی حالت سے بے خبر زویا چہکتے ہوئے بولی۔

"عنادل بھائی کو ثانیہ کی محبت کھینچ لائی تھی، کیونکہ وہاں سے آنے کے کچھ عرصے بعد ہی ان کی شادی ہو گئی تھی۔" زویا نے شرارت سے ہنستے ہوئے کہا تو سب مسکرا دیئے، عنادل کے چہرے پہ بھی افسردہ سی مسکراہٹ ابھری تھی، اب وہ کسی کو کیا بتاتا کہ وہ کس سے اور کیوں بھاگ کر پاکستان آیا تھا۔

رات کو اپنی سٹڈی روم میں، کسی کی یادوں کے ساتھ جاگتا وہ بہت دور نکل گیا۔

بھول کے مجھ کو سونے والے
سوچ کے تجھ کو جاگ رہا ہوں

☆☆☆

عنادل کو اس کمپنی میں جاب کرتے دو سال ہوئے تھے جب مشعل نے اسے جوائن کیا تھا، بلاشبہ مشعل بہت خوبصورت تھی مگر اس کی شخصیت کی سب سے خاص بات اس کی سادگی اور رکھ رکھاؤ تھا آفس میں سب سے اس کی سلام دعا ضرور تھی مگر دوستی صرف عدیلہ سے تھی۔

اور نجانے کب اور کیسے عنادل اس کھوئی کھوئی خود میں مگن سی لڑکی کا طلب گار بن بیٹھا اور

اسے احساس تب ہوا جس دن اس نے پارک میں اسے ایک غریب بچے کو اپنے کھانے کی چیزیں دیتے ہوئے دیکھا، وہ لمحہ ادراک کا تھا اور اس کے بعد گزرتے ہر لمحہ نے شدت سے اس بات کا احساس دلایا تھا کہ وہ لڑکی اس کے لئے کیا ہے۔ پوری کائنات سمٹ کر جیسے اس ایک لڑکی میں سما گئی تھی۔

عنادل کی بدلتی نظروں کو سب سے پہلے عدیلہ نے ہی نوٹ کیا تھا، جو عنادل کی بھی بہت اچھی دوست تھی صورتحال حال دیکھتے ہوئے اس نے عنادل پہ یہ انکشاف کیا کہ مشعل شادی شدہ ہے مگر اس کے اپنے شوہر سے اختلافات چل رہے ہیں اور عنقریب وہ علیحدہ ہو جائیں گے۔

مشعل چونکہ عدیلہ سے ہر بات شیئر کرتی تھی اسی لئے عاشر کے بدلتے رویئے کے بارے میں اسے ساری آگاہی تھی، عنادل یہ سن کر صدمے سے چپ رہ گیا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے سنبھلے، جتنا وہ خود کو سمیٹتا تھا اتنا ہی بکھرتا چلا جاتا تھا۔ دل تھا کہ بس اسی ایک ضد پر اڑا تھا کہ وہ نہیں تو کچھ نہیں۔ نہ جانے کیسے اور کن دلیلوں سے پھر اس نے اپنے دل کو سمجھایا کہ محبت میں پانے کا تصور ضروری نہیں۔ مشعل اس کے سامنے ہے اس کے آس پاس ہے یہی کافی ہے۔ پھر نہ چاہتے ہوئے بھی عنادل دھیرے دھیرے مشعل کے قریب آنے لگا، مشعل بہت ریزرو رہتی تھی مگر آفس میں لنچ آور میں اور میٹرو اسٹیشن جاتے ہوئے اکثر دونوں کا سامنا ہونے لگا اور ان میں دوستی جیسا جذبہ پروان چڑھنے لگا۔

دراصل یہ وہ وقت تھا جب مشعل عاشر کی سرد مہری اور بدلتے رویے سے بری طرح ٹوٹ چکی تھی، اس کے اندر کی گھٹن بڑھنے لگی تھی، نہ چاہتے ہوئے بھی وہ عنادل کی باتیں سنتی رہتی تھی، جس میں خود سے متعلق اپنے گھر والوں، سب کی ڈھیروں ڈھیر باتیں ہوتی تھیں، جنہیں مشعل بہت دلچسپی سے سنتی تھی کیونکہ اپنی زندگی میں وہ ان سب رشتوں سے محروم رہی تھی۔

مگر جب اس دن سمندر کی لہروں سے کھیلتے عنادل نے اسے پروپوز کیا تو وہ حیران رہ گئی اور وہاں سے چلی آئی اس کے بعد سے اس نے عنادل کا سامنا کرنے سے کترانا شروع کر دیا، اس وقت عنادل کو یہ نہیں پتا تھا کہ مشعل شادی شدہ ہے، اسی لئے وہ بار بار اس کے راستے میں آ کر اپنا سوال دہراتا رہا تب ایک دن مشعل نے سختی سے عدیلہ کے سامنے اسے انکار کر کے اپنی شادی کا بتایا تھا اور بعد میں عدیلہ نے اس کی بات کی تصدیق بھی کر دی تھی عنادل بہت شرمندہ ہوا وہ کسی طرح مشعل سے معذرت کر کے اسے منانا چاہتا تھا جب وہ کار والا حادثہ ہوا اور یوں ان میں پھر سے دوستی ہو گئی، مگر اب کی بار عنادل محتاط ہو چکا تھا، مگر وہ خود کو مشعل کی محبت سے دستبردار نہیں کر پا رہا تھا، شاید ایسا ممکن ہو بھی جاتا اگر مشعل عاشر کے ساتھ خوش رہتی، مگر اس کا روز بہ روز ٹوٹنا اور بکھرنا عنادل کی برداشت سے باہر تھا اور بہت سوچ بچار کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مشعل کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا کیونکہ عدیلہ کی زبانی اسے پتا چل گیا تھا کہ عاشر کسی اور سے شادی کرنے والا ہے، عنادل نے عدیلہ کے سامنے اپنے دل کا حال بیان کرتے ہوئے مشعل کو ہر حال میں اپنانے کا کہا تھا۔

اور تبھی عدیلہ نے مشعل کو سمجھایا تھا کہ وہ اپنا راستہ خود چنے اور عنادل کی بے لوث محبت کو اپنانے، مشعل اس پہلو پہ سوچ ہی رہی تھی کہ عاشر ایک دم پلٹ آیا۔

اور مشعل سب کچھ بھول کر اپنے ٹوٹتے گھر کو نئے سرے سے بسانے میں لگ گئی اور عنادل خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا تھا کہ اس کے لئے مشعل کی خوشی اور رضا سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا، اس کی جنونی محبت بھی نہیں مگر وہ جتنا اس سے دور جانے کی کوشش کرتا تھا وہ اتنا ہی اسے اپنے پاس محسوس ہوتی تھی۔

مشعل سے وہ اب ایک اچھے دوست کی طرح ہر بات شیئر ضرور کرتا تھا مگر اپنے دل کی بات ہونٹوں پہ نہیں لاتا تھا کہ وہ کسی اور کی امانت تھی، مگر اکثر مذاق ہی مذاق میں کہتا تھا۔

ستر حوریں گروی رکھ کر
ہم تجھے جنت میں ادھار مانگیں گے

"اس دنیا میں نہیں تو کیا ہوا اگلی اور ابدی دنیا میں ضرور ہم ملیں گے۔ جہاں پھر کوئی ہمیں جدا نہیں کر پائے گا۔ وہ ہر نماز کے بعد شدت سے یہ دعا کرتا کہ اللہ پاک ہمیں آخرت میں ایک کر دینا۔ اس دنیا میں مجھے مشعل عطا کرنا اور یہ بات وہ اکثر مشعل سے بھی کہتا۔ مشعل اس کی بات سن کر کبھی تو حیران ہوتی اور کبھی ہنس پڑتی تھی، وہ جانتی تھی کہ عنادل بہت اچھا ہے اور یہ اچھا سا شخص اس کے پیچھے خوار ہو یہ اسے منظور نہیں تھا، اسی لئے وہ بہت طریقے سے اسے ہینڈل کرنے لگی تھی، مشعل جانتی تھی کہ وہ اپنی بیوہ ماں اور ماموں کا اکلوتا وارث ہے جن کی بہت سی امیدیں اس سے وابستہ تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ عنادل خود کو اس طرح اس کی محبت میں تباہ و برباد کر لے یہ مشعل کی حد سے بڑھی حساسیت اور رشتوں سے محرومی تھی جو اسے عنادل کا اتنا خیال اور احساس تھا۔

سب سے بڑی بات مشعل جانتی تھی کہ عنادل کی محبت ہر غرض سے پاک ہے اس نے کبھی مشعل سے کچھ چاہا نہیں تھا صرف اس کا ساتھ مانگا تھا مگر بہت عزت و احترام کے ساتھ، مشعل کی ہر تکلیف ہر درد کو وہ پہلے ہی جان جاتا تھا، نہ جانے کیسے مشعل اکثر حیران ہوتی تھی کہ وہ اس کے بارے میں اتنا کیسے جانتا ہے۔

"اور وہ ہنس کے کہتا تھا کہ سچی محبت میں الہام ہوتے ہیں، مگر تم نہیں سمجھو گی۔" اور مشعل سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بننے پر مجبور تھی۔

☆☆☆

"تو تم نے ایک بار پھر حاشر کا اعتبار کر لیا ہے۔" ایک ہفتے کی غیر حاضری کے بعد جب مشعل دوبارہ آفس آئی تو عدیلہ نے ساری بات سننے کے بعد کہا۔

"ہاں میں اپنے بندھن کو ایک موقع اور دینا چاہتی ہوں۔" مشعل نے گہری سانس لیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو عدیلہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"مشعل تم ایسے شخص کے ساتھ کیسے زندگی گزارنے کا سوچ سکتی ہو جس کی ساری زندگی دھوکے سے عبارت ہے، جس نے اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بھی غیر عورتوں سے مراسم رکھے اور آج جب اسے کسی نے چھوڑ دیا ہے تو اسے تمہاری وفاداری اور شرافت کی قدر آئی ہے۔" عدیلہ نے سختی سے کہا۔

"عدیلہ میں تمہاری ہر بات مانتی ہوں مگر یہ بھی سچ ہے کہ میں اندر سے بہت ڈری اور سہمی ہوئی سی ہوں میں آج بھی رشتوں کے ٹوٹنے سے ڈرتی ہوں مجھ میں اب اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ میں کسی اور نئے رشتے کو اپناؤں اور اسے آزمانے میں لگ جاؤں، سچ میں اب میں تھک گئی ہوں، خود سے لڑتے لڑتے۔" مشعل نے آزردگی سے کہا تو عدیلہ تاسف سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"عدیلہ تم نہیں جانتی اور نہ ہی تم اس کرب سے گزری ہو، رشتوں کے ادھورے پن کا درد، اس کی اذیت کیا ہوتی ہے اسے لفظوں میں سمجھا نہیں جا سکتا اس بس محسوس کیا جاتا ہے خود پہ سہا جاتا ہے جو رشتے آپ کے مان اور فخر کرنے کے ہوتے ہیں اور اگر ان رشتوں سے ہی آپ کو سوائے تنہائی اور دکھ کے کچھ نہ ملے تو انسان کیسے اور جیتا اور روز مرتا ہے......" مشعل نے اپنی نم آنکھوں سے عدیلہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مشعل خود کو اتنی اذیت مت دو، اچھے کی امید رکھو تم یقین کرو کہ تمہیں حاشر سے بہت اچھا اور محبت کرنے والا شخص مل سکتا ہے جو تمہیں تمہاری ساری کمزرویوں دکھوں سمیت قبول کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے، تم جانتی ہو کہ عنادل تمہارے بارے میں سب جانتے ہوئے بھی تمہارا منتظر ہے اس کی محبت کی قدر کرو، حاشر اس قابل نہیں ہے کہ تم جیسی لڑکی کو ڈیزرو کرے۔" عدیلہ نے مشعل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا تو مشعل نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی۔

"عدیلہ ہم محبت کی قدر کر بھی لیں تو اسے اپنا نصیب نہیں بنا سکتے ہیں کیونکہ نصیب اور دل میں ہمیشہ ٹھنی رہتی ہے۔ جو نصیب میں ہوتا ہے وہ دل میں نہیں اور جو دل میں ہوتا ہے وہ نصیب میں نہیں اور جس اچھے اور محبت کرنے والے شخص کی تم بات کر رہی ہو میں اسی کی بہتری چاہتی ہوں اس کی ماں، اس کی فیملی کی بہت امیدیں وابستہ ہیں اس سے، میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے انہیں کوئی دکھ یا تکلیف پہنچے۔" مشعل نے افسردگی سے کہا تو عدیلہ اس حساس دل لڑکی کو دیکھ کر رہ گئی جو سب کا بھلا سوچتی تھی۔

"اور پلیز تم میرے لئے دعا کرو کہ میں اور حاشر ایک نئی زندگی کی شروعات کرنے لگے ہیں، اب ہم اپنی فیملی کی بنیاد رکھیں گے اور انشاء اللہ ہماری فیملی میں ہر رشتہ مکمل ہو گا۔" مشعل نے امید بھرے لہجے میں کہا تو عدیلہ نے مسکرا کر اسے خوش رہنے کی دعا دی۔

"ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟" عدیلہ نے اس کے ڈاکٹر کے پاس وزٹ کے بارے میں پوچھتے ہوئے سوال کیا۔

"ڈاکٹر تو پر امید تھیں کہ جلد ہم اپنی فیملی شروع کر سکتے ہیں، مگر احتیاطاً اس نے کچھ ٹیسٹ کروائے ہیں جن کی رپورٹس آج کل میں آ جائے گی۔" مشعل نے تفصیل سے اسے اپنے اور حاشر کے ڈاکٹر پہ جانے کی ساری روداد سنائی تو عدیلہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

☆☆☆

محبت کی دنیا میں قدم رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ ایک طلسمی جہاں ہے، جس کے شب و روز اپنے ہی ہوتے ہیں، کہیں رکے رکے سے دن اور کہیں ٹھہری ہوئی سی شامیں محبت کی دنیا میں قدم رکھتے ہی عقل سلب ہو جاتی ہے، محبت صرف وہ ہی دیکھتی ہے جو وہ دیکھنا چاہتی ہے اور محبت وہ ہی بنا دیتی ہے جو وہ بنانا چاہتی ہے اور جس پر یہ وارد ہوتی ہے وہ بے بسی سے کھڑا دیکھتا رہ جاتا ہے، کوئی تاویل کوئی دلیل کام نہیں آتی۔

اس کے سرشاری سے اٹھتے قدم ہنستی مسکراتی دھیرے سے گنگناتی وہ اس خوبصورت جہاں میں پھر رہی تھی، تتلیاں اس کے سنگ تھیں جگنو اسے راستہ دکھاتے تھے، پھولوں سے بھرا آراستہ پیراستہ تھا اور ان کی دلفریب خوشبوئیں، من کے آنگن میں ہلچل سی مچا رہی تھیں۔

پرندوں کی چہچہاہٹ، ہوا کی شرارتیں، بادلوں کا اس کے چہرے کو چھو کر گزرنا سب کچھ کتنا دلفریب تھا وہ اس طلسمی جہاں میں آ کر بہت خوش و مگن تھی، اس کی ہنسی کی جلترنگ سے فضا

گونج اٹھتی تھی، وہ اسی خوشی کے ساتھ اپنے آسمانی لبادے کو سنبھالتی آگے بڑھ رہی تھی ایک جگہ نظر پڑتے ہی ٹھٹک کر رک گئی۔

سامنے زمین پہ نارنجی سنہری اور مختلف رنگ بدلتی کوئی چیز بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی اپنی خوبصورت جھیل جیسی آنکھوں میں حیرانی لئے وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی اس کی طرف بڑھی اور پاس آ کر دو زانوں بیٹھ کر جھک کر اس چمکتی چیز کو دیکھنے لگی، وہ انگاروں کا ڈھیر تھا اس میں سے نکلنے والی ہلکی ہلکی حرارت بہت سکون آور تھی، انگاروں کے بدلتے رنگ بہت خوبصورت دکھائی دے رہے تھے وہ اردگرد سے بے نیاز ہو کر بہت مگن سے انداز میں ان کو دیکھتی اچانک ایک انگارہ اٹھا کر اپنی خوبصورت ہتھیلی پہ رکھ لیا، اس کے ہاتھ لگاتے ہی انگاروں کا ڈھیر میں شعلے بلند ہونے لگے تھے۔

وہ اپنی گلابی وسفید ہتھیلی پہ رکھے انگارے کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی آہستہ آہستہ اسے احساس ہوا کہ انگارہ کی تپش بڑھنے لگی ہے اور اس کی ہتھیلی سے ہوتی سارے جسم میں پھیلنے لگی ہے، اس نے گھبرا کر اپنا ہاتھ جھٹکا اور خوف زدہ ہو کر آگ کے بلند ہوتے شعلوں کو دیکھا، وہ فوراً کھڑی ہوئی اور خوف سے چند قدم پیچھے ہٹی اور یکدم پیچھے مڑ کر بھاگنے لگی تو ساکت رہ گئی۔

اس کے چاروں طرف دائرے کی صورت میں آگ روشن تھی، وہ اس دائرے میں قید تھی، مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ اس دائرے کے باہر وہ طلسمی دنیا اسی طرح نظر آ رہی تھی، وہ محبت کی دنیا اسی طرح سحر انگیز اور دلفریب تھی۔

اس نے گھبرا کر اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھا جہاں پہ انگارے والی جگہ جل چکی تھی آگ کی تپش اس کی رگوں میں خون کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگی تھی اور یہ تپش اسے عجیب بے چینی اور اضطراب میں مبتلا کر رہی تھی، کہ پھر اس کے قدم محو رقص ہو گئے اور اس کے قدموں کے پاس سے خاک اڑنے لگی تھی، اس دائرے کے اندر وہ محو رقص جیسے صحرا کے بگولوں کے ساتھ اڑ رہی ہو۔

اس سنہری، نارنجی رنگ کی تپش نے اس کی روح کو بھی اپنے ہم رنگ کر لیا تھا، اس کی ذات خاک بن کر فنا کے رستے پہ گامزن ہو چکی تھی اور فنا تو صرف عشق کرتا ہے یہ عشق ہی ہوتا ہے جو سر بازار سر محفل خلوت میں جلوت میں محو رقص کرا دیتا ہے اور رقص کرنے والا کون و مکان بھول کر بس ایک ہی تال پر قدم رکھتا آگے بڑھتا ہے یہ جانے بنا کہ اب واپسی کا راستہ نہیں۔ عشق میں فنا ہونا ہی اس کی بقا ہوتی ہے اور وہ بھی محبت کی دنیا سے نکل کر عشق کے حصار میں آ چکی تھی۔ اور جس کو عشق اپنے حصار میں لے لے، اس کے پلے خاک نہیں چھوڑتا۔

میری وحشت تو میرے پاؤں ٹکنے ہی نہیں دیتی
سرخانہ سر محفل سر بازار می رقصم

☆☆☆

وہ گھبرا کر ایک دم سے اٹھی تو اس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی اس نے ایک نظر اپنے ساتھ سوئے حاشر پہ ڈالی اور پھر سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر پانی پیا۔

کچھ بہتر محسوس کرنے کے بعد وہ دوبارہ لیٹ گئی اور اپنے عجیب و غریب خواب کے بارے میں سوچنے لگی، ”نجانے یہ اب کس بات کی طرف اشارہ ہے۔“ مشعل نے پریشان ہو کر سوچا اسے لگ رہا تھا کہ اس کا جسم و جاں ابھی بھی اس تپش سے جل رہے تھے، ٹھنڈی ٹھنڈی میٹھی میٹھی عشق کی تپش، جو نہ جلتی ہے اور نہ جلاتی ہے، بس سلگاتی ہے۔ مشعل نے تھک کر آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

عنادل کی نظریں ونڈو سے باہر کچھ ڈھونڈ رہی تھیں، اس کے چہرے پہ شکستگی اور اداسی کے تاثرات بہت واضح تھے، عدیلہ نے گہری سانس لیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، مشعل آج بھی آفس نہیں آئی تھی اور اس کا موبائل بھی آف تھا، لنچ آورز میں عنادل نے عدیلہ سے مشعل کی غیر حاضری کے بارے میں پوچھا تو عدیلہ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کندھے اچکا دیئے۔

”عنادل! میں نے مشعل سے بات کی تھی اسے سمجھانا چاہا تھا مگر......“ کچھ سوچ کر عدیلہ نے جھجکتے ہوئے عنادل کو بتایا تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

”عنادل وہ اپنی زندگی اپنی مرضی اور خوشی کے ساتھ حاشر کے ساتھ گزارنا چاہتی ہے میرا خیال ہے ہمیں اب اس کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے آئی تھنک تمہیں اس کے راستے میں نہیں آنا چاہیے۔“ عدیلہ کی بات سن کر عنادل تلخی سے ہنس پڑا۔

”مجھے کبھی کسی غرض نے اس رستے پہ نہیں کھینچا ہے عدیلہ پتا نہیں وہ کیسی قوت ہے جو مجھے راستہ بدلنے ہی نہیں دیتی ہے۔“ عنادل نے بے بسی سے اعتراف کیا اور پھر سر جھٹک کر بولا۔

”خیر میرے لئے اس کی خوشی سے زیادہ کچھ بھی اہم نہیں ہے، اگر وہ اسی میں خوش ہے تو...... مگر نجانے کیوں میرے دل کو عجیب سا وہم لگا رہتا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہو، مگر کیا؟ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔“ عنادل نے الجھتے ہوئے کہا، تو عدیلہ اس کے وجیہہ چہرے پہ پھیلے محبت اور فکر مندی کے رنگ دیکھ کر رہ گئی۔ اسے مشعل کی خوش نصیبی پر رشک آیا یہ شخص کتنی سچی محبت کرتا ہے مشعل سے کسی صلے کی آس کے بنا۔

☆☆☆

”عدیلہ یہ سب کیا ہے؟ مشعل پچھلے پندرہ دن سے آفس نہیں آئی ہے اور اب یہ ریزائن۔“ عنادل نے مشعل کے ریزائن دینے کی خبر سنی تو فوراً عدیلہ کے پاس تصدیق کرنے کے لئے پہنچا جو لیپ ٹاپ کھولے کام کر رہی تھی، عنادل کی بات سن کر ایک لمحے کے لئے کی بورڈ پہ اس کی انگلیاں رکیں تھیں اور پھر دوبارہ وہ ٹائپ کرنے لگی۔

”عنادل اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے، حاشر کا کانٹریکٹ اپنی کمپنی سے ختم ہو گیا ہے اور وہ لوگ واپس لندن جا رہے ہیں۔“ عدیلہ نے مصروف لہجے میں کہا تو عنادل بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

”کیا وہ سچ میں مجھ سے اتنی دور جانے والی ہے؟“ عنادل نے خود سے سوال کیا اور اس کا دل ڈھے سا گیا، وہ آفس آتی اس کی نظروں کے سامنے تو تھی مگر اب یہ...... وہ پھر عدیلہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

”مشعل آفس ہم سے ملنے تو آ سکتی تھی ناں، وہ میری فون کالز کا بھی جواب نہیں دے رہی، کیا تم شیور ہو کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔“ عنادل کے سوال پہ عدیلہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی یا خدا یہ شخص محبت کی کس منزل پر کھڑا ہے، یہ کون سی آگہی ہے جو انجام کی صورت اس پر اتری ہے۔ اور پھر نظریں چراتے ہوئے بولی۔

”ہاں وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہے، دراصل وہ بزی ہے ناں اپنی پیکنگ کرنے میں، اس لئے ٹائم نہیں نکال پا رہی۔“

”ہوں۔“ عنادل نے گہری سانس لیتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گم ہوتے ہوئے کہا۔

''پتا نہیں کیوں؟ دل کو عجیب سا دھڑکا لگا ہوا ہے کچھ دن سے میں خواب میں مسلسل اسے پریشان اور روتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اگر سب ٹھیک ہے تو میرے دل کو یہ بے چینی کیوں؟''

''شاید میں سچ میں پاگل ہو گیا ہوں، کچھ سمجھ نہیں آتی مجھے۔'' عنادل نے تھکے ہارے لہجے میں کہا تو عدیلہ نے چپکے سے اپنی نم آنکھوں کو صاف کیا، شکر ہے کہ عنادل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا ورنہ عدیلہ کے آنسو دیکھ کر ٹھٹک جاتا۔

''دراصل تمہارا دل ابھی حقیقت کو قبول نہیں کر رہا ہے اسی لئے تم اتنے الجھے الجھے اور پریشان ہو۔'' عدیلہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے دھیرے سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو عنادل اسے خالی خالی آنکھوں سے دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

آج ایک پھر وہ دونوں ساحل سمندر پہ موجود تھے فرق صرف اتنا تھا کہ آج مشعل نے خود عنادل کو فون کر کے آخری بار ملنے کے لئے بلایا تھا، کیونکہ دو دن بعد وہ ہمیشہ کے لئے لندن جا رہی تھی۔

دونوں کتنی دیر سے خاموش کھڑے سمندر کی لہروں کو گن رہے تھے، مشعل نے آج بھی نیلا آسمانی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا، مشعل کی وجہ سے عنادل کو بھی اس رنگ سے عشق ہو گیا تھا۔

''میں پرسوں لندن جا رہی ہوں اپنی نئی زندگی کی شروعات کرنے، مگر جانے سے پہلے میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں تم نے ایک اچھے دوست کی طرح میرا بہت ساتھ دیا ہے، مجھے ٹوٹنے سے بکھرنے سے بچایا ہے، سمیٹا ہے ہم سے ملنے تمہاری وجہ سے میں نے جانا کہ مخلص دوست کا ساتھ ہونا کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔''

لہروں کے شور میں اس کی ابھرتی سنجیدہ سی آواز پہ عنادل نے گردن موڑ کر اپنے ساتھ کھڑی سمندر جیسی گہری لڑکی کو دیکھا تھا جو ابھی بھی سامنے دیکھ رہی تھی اس کی نظروں کے ارتکاز پہ، مجبور ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی، پھر نظریں چراتے ہوئے بولی۔

''کیا ہوا؟ ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟'' مشعل نے اس کا دھیان بٹانے کے لئے سوال کیا۔

''تمہیں جی بھر کے دیکھ لینا چاہتا ہوں کیونکہ آج کے بعد ان آنکھوں کے خالی کاسے میں تمہارے دیدار کے سکے نہیں گرے گے ناں۔'' عنادل نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ عنادل کے لہجے میں یہ کیسی تڑپ تھی جس نے مشعل کے دل کو مٹھی میں لے لیا تھا خود پر قابو پاتے ہوئے مشعل نے رخ موڑ لیا اور دھیرے سے بولی تھی۔

''پاگل ہو تم۔''

''ہاں مگر صرف تمہارے لئے۔'' عنادل نے زیر لب کہا تھا جو مشعل نے سن کر بھی ان سنا کر دیا تھا۔

''مشعل ایک بار اور سوچ لو، میں تمہیں آج بھی اپنانے کے لئے تیار ہوں۔'' عنادل نے ایک آخری کوشش کرتے ہوئے کہا تو مشعل اسے دیکھتی نفی میں سر ہلانے لگی۔

''عنادل! فیصلہ تو ہو چکا ہے، میری کوئی راہ بھی تم تک نہیں آتی ہے، بہتر ہے کہ تم جتنی جلدی اس بات کو مان لو گے تمہارے لئے بہتر ہو گا۔'' مشعل نے دھیرے سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو عنادل تلخی سے ہنس کر بولا۔

''کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ تم بہت سمجھدار ہو اور بہت گہری بھی یو نو واٹ؟ تم گہری تو سچ میں بہت ہو، کبھی کبھی مجھے ایسے لگتا ہے کہ میں تمہاری ہستی میں ڈوب چکا ہوں۔'' عنادل نے تھکے تھکے لہجے میں اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''اور جب وہ سمجھدار لڑکی میری باتوں پر سوچنے لگتی تو نجانے کیوں مجھے ایسے لگنے لگتا تھا کہ قسمت مجھ پہ مہربان ہونے لگی ہے اور تم میری...... خیر یہاں نہیں تو اس دنیا میں ہی سہی، میں اپنے رب سے تمہارا ساتھ ضرور مانگوں گا۔'' عنادل نے نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''پتا نہیں کیا کیا کہتے رہتے ہیں آپ، اچھا مجھے یاد سے اپنی شادی کی تصویریں میل کرنا اور اپنی مسز کو لے کر لندن ضرور آنا۔'' مشعل نے ایکدم بات پلٹتے ہوئے کہا، وہ جانتی تھی کہ عنادل کے رشتے کی بات اس کی ماموں کی بیٹی ثانیہ سے چل رہی تھی مگر عنادل ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا، اسی لئے ابھی تک کچھ فائنل نہیں ہوا تھا۔

''مذاق اچھا کر لیتی ہو تم، میری مسز......!''

''اونہہ......!'' عنادل نے تلخی سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

''یہ پوسٹ اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی تمہارے لئے ہی خالی ہے۔''

''No,one can occupy۔'' عنادل نے سنجیدگی سے کہا تو مشعل نے ٹھٹک کر اس کی طرف دیکھا۔

''پاگل پن کی باتیں مت کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ میں ساری عمر اس Guilt کا شکار رہوں کہ میری وجہ سے تم ایک نارمل اور مکمل زندگی گزارنے سے محروم رہے ہو۔'' مشعل نے اس کی شرٹ کھینچ کر رخ اپنی طرف موڑا، تو وہ اسے چپ چاپ دیکھتا رہ گیا، شام کا سارا سنہرا پن اس کی جھیل سی گہری آنکھوں میں اتر آیا تھا، اس کے چہرے پہ اتنی فکر مندی اور اپنائیت تھی کہ وہ کسی خواہش کے ادھورے پن کی چبھن کو محسوس کرتا لب بھینچ کر نفی میں سر ہلانے لگا۔

''نہیں میں تمہیں کسی گلٹ پشیمانی یا تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔''

''تو پھر وعدہ کرو مجھ سے اپنی مدر کی خواہش کی تکمیل کرو گے، اپنے ماموں کی آس کو نہیں توڑو گے وعدہ کرو کہ تم ثانیہ سے شادی کرو گے، اپنی دل کی آمادگی اور خوشی کے ساتھ اس کے سب حقوق و فرائض پورے کرو گے۔'' مشعل نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے کہا تو عنادل تلخی سے ہنس پڑا اور بولا۔

اس کی زبان میں اتنا اثر ہے کہ نصف شب
وہ روشنی کی بات کرے اور دیا جلے
تم چاہتے ہو تم سے بچھڑ کر بھی خوش رہوں
یعنی ہوا بھی چلتی رہے اور دیا جلے

''تم سچ میں بہت حساس ہو، میری سوچ سے بھی زیادہ، جو ہر کسی کی تکلیف کو فیل (محسوس) کر لیتی ہو اور تم جانتی ہو کہ حساس لوگوں کے دل کتنے نرم اور نازک ہوتے، شیشے سے بھی زیادہ نازک اور حساس دل آج کل کے دور میں بہت کم ہوتے ہیں، شکر بجا لایا کرو اس ذات کا جس نے تمہیں من کی خوبصورتی سے بھی نوازا ہے۔'' عنادل نے نرمی سے اس کی ناک کو چھوا تو وہ اس کے لفظوں کے سحر میں کھوئی ایکدم سے نیند سے جاگی تھی اور اس کی شرٹ چھوڑتے ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔

''اپنے وعدے پہ قائم رہنا عنادل اور مجھ سے کئے اس ایک آخری وعدہ پہ بھی۔'' مشعل نے اپنے نیلے رنگ کے آنچل کو سمیٹتے ہوئے کہا اور واپس جانے کے لئے پلٹی۔

''مگر تم نے اپنا آخری وعدہ مجھ سے لیا تو نہیں ابھی تک کہ وہ کونسا ہے۔'' عنادل نے اسے یاد دلاتے ہوئے پکارا تو وہ اپنے خیال سے چونک کر پلٹی۔

''ہاں وہ......'' مشعل ذرا کو مڑی اور پھر مسکرا کر بولی۔

''وعدہ کرو عنادل کہ تم مجھے بھول جاؤ گے اور دل سے بھی بھولنے کی کوشش کرو گے۔'' مشعل نے اپنا نازک ہاتھ سامنے پھیلاتے ہوئے کہا، ایک دن اسی طرح اسی جگہ پہ عنادل نے بھی اپنا ہاتھ پھیلا کر اس سے کچھ مانگا تھا، عنادل نے اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کو دیکھا اور بولا۔

یہ جو بھولنے کا سوال ہے
میری جان یہ بھی کمال ہے
تو نماز عشق ہے جان جہاں
تجھے رات و دن میں ادا کروں

''اگر تمہیں خود سے جدا کر سکتا دل سے نکال سکتا تو بہت پہلے کر چکا ہوتا۔'' عنادل نے اس کی طرف سے رخ پھیرتے ہوئے کہا تو مشعل نے نم آنکھوں کے ساتھ اپنے پھیلے خالی ہاتھ کو دیکھا جو آج خالی نہیں رہا تھا، اس کے چہرے پہ آنسوؤں کی لکیریں بہت واضح تھیں، مشعل نے ایک آخری نظر رخ موڑے کھڑے عنادل پہ ڈالی اور بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

عنادل کو ایکدم سے ہی فضا کا خالی پن محسوس ہوا اور اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ وہاں سے جا چکی تھی۔

عنادل کی آنکھوں سے کئی آنسوؤں خاموشی سے اس جگہ گرے جہاں وہ دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہوئے تھے، سمندر کی لہروں نے ایک اور محبت کو سچے موتی کی طرح اپنی تہہ میں چھپا لیا تھا، یہ راز تا قیامت لہروں میں بہنا تھا۔

پھر عنادل نے بھی اس کمپنی سے ریزائن دے دیا اور مشعل کے جانے کے کچھ عرصے بعد وہ بھی ہمیشہ کے لئے پاکستان لوٹ آیا تھا۔

☆☆☆

آہستہ آہستہ کرکے زندگی معمول پہ آنے لگی تھی، عنادل کو پاکستان میں بھی ایک کمپنی میں بہت اچھی جاب مل گئی اور جاب ملنے کے کچھ عرصے بعد اس کی شادی روایتی دھوم دھام سے ثانیہ سے ہوگئی۔

عنادل نے ہر ممکن طریقے سے مشعل کو بھلانے کی کوشش کرتے ہوئے خود کو اپنی زندگی میں مگن کر لیا تھا، اس کے لئے اتنا اطمینان ہی کافی تھا کہ مشعل اپنی مرضی سے ایک اچھی اور مطمئن زندگی گزار رہی ہے، ایک سال بعد ہی عنادل اور ثانیہ کی زندگی میں دعا کی آمد نے رنگ بھر دیئے تھے، یہ زندگی کا سب سے خوبصورت موڑ تھا۔

عنادل نے اپنے دل کے ایک کونے کو کسی کی یادوں سے سجا کر پھر اس کا کواڑ بہت مضبوطی سے بند کر کے چابی کہیں دور پھینک دی تھی۔

ان گزرے پانچ سالوں میں، بظاہر وہ کافی حد تک نارمل زندگی گزار رہا تھا۔

مگر وہ کیا کرتا اس محبت کا جو اچانک کہیں سے کسی بھی وقت اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی تھی اور وہ ایک دم سے اپنے حال سے کٹ جاتا تھا، وہ اسے بھلانے کے لاکھ دعوے یا کوشش کرتا مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ اسے آج بھی بھول نہیں پایا تھا۔ بھلا خود کو بھی کوئی بھول پایا ہے، اک کسک تھی جو ہمیشہ اس کے من میں رہتی۔

عنادل عا گو رہتا تھا کہ وہ جہاں بھی رہے خوش رہے۔ اپنی دعاؤں پر یقین ہونے کے باوجود نہ جانے مشعل کی طرف سے ایک دھڑکا سا کیوں تھا اور اس نے ان گزرے پانچ سالوں میں اسے بے انتہا سوچنے کے باوجود بھی اپنے خواب میں نہیں دیکھا تھا۔

جس پہ وہ اکثر حیران بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص ہر وقت ذہن پہ سوار رہے مگر خواب میں نظر نہ آئے، یہ کیسے ممکن ہے اور ایک دن اسے اس بات کا جواب بھی مل گیا تھا۔

☆☆☆

اس نے اٹھ کر اپنے خوبصورت کاٹیج کی کھڑکی کھولی، تو ٹھنڈی مست ہوا نے اس کا استقبال کیا، اس نے خوشی و مسرت کے ساتھ سامنے پھیلے سبزے کو دیکھا اچانک اس کی نظر پھولوں کے درمیان کھڑی پھول جیسی مشعل پہ پڑی اور ایک دلفریب مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیا۔

اس دوران مشعل نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اور دور سے ہاتھ ہلا کر اسے اپنے پاس بلانے لگی تھی، وہ آہستہ آہستہ کاٹیج کی سیڑھیاں اتر کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

جس کا سفید لباس ہوا سے اڑ رہا تھا، اس کے کھلے بال ہوا کے زور سے بار بار بکھر رہے تھے، جنہیں وہ ایک ہاتھ سے سمیٹتی اور پھر جھک کر پھول چننے لگتی تھی۔

اسے اپنے پاس آتا دیکھ کر وہ بہت دل سے مسکرائی تھی اور اپنی ٹوکری میں جمع کئے گئے رنگ رنگ کے پھول دکھانے لگی تھی، وہ آج بہت خوش اور مطمئن لگ رہی تھی اس کی سنہری جھیل جیسی آنکھوں میں خوشی کے رنگ بہت واضح تھے وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے جا رہے تھے، مشعل کے ہوا کے زور سے اڑتے بال اور سفید آنچل بار بار اس کے چہرے کو چھو رہے تھے اور وہ اس دلفریب خوشبو کے زیر اثر ہلکا سا مسکرا دیتا تھا۔

آج وہ بے تکان بول رہی تھی، جیسے اپنے دل کی ساری باتیں کرنا چاہتی ہو، جبکہ وہ خاموشی سے اس کو سنتا آگے بڑھ رہا تھا، جبکہ وہ خاموشی سے اس کو سنتا آگے بڑھ رہا تھا، اسی طرح دونوں باتیں کرتے چھوٹی سی جھیل کے کنارے آ بیٹھے، مشعل نے اپنی پھولوں والی ٹوکری پاس ہی رکھ دی اور جھیل میں تیرتی بطخوں کی طرف اشارہ کر کے خوشی سے کچھ کہنے لگی اس نے مسکراتے ہوئے اس کی بات سنی تھی اور پھر مشعل نے آہستگی سے اپنا سر اس کے کندھے پہ رکھ دیا تھا، اس نے نرمی سے اپنا ایک بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کر کے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا، ان لمحوں کے بدلے اگر کوئی دو جہاں بھی دیتا تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔

اس پل زندگی کتنی مکمل اور خوبصورت لگ رہی تھی کوئی ان سے پوچھتا اس سے زیادہ کی چاہ دونوں کو ہی نہیں تھی۔

☆☆☆

عنادل ایک دم سے گہری نیند سے جاگا تھا اس نے اپنے بائیں طرف سوئی ثانیہ پہ نظر ڈالی اور پھر ایک دم سے اپنی دائیں طرف دیکھنے لگا مشعل کا لمس اس کا احساس ابھی بھی اسے محسوس ہو رہا تھا۔

ابھی بھی اس کی تیز تیز چلتی سانسوں میں سے اس کے بالوں اور آنچل کی خوشبو آ رہی تھی وہ اپنے چہرے پہ ابھی بھی اس کے سانسوں کی حدت محسوس کر رہا تھا، عنادل نے پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکائے اور سر جھٹک کر گہری گہری سانس لینے لگا پھر سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا، باہر بہت تیز بارش ہو رہی تھی، بادلوں کے گرجنے کی آوازیں بہت واضح تھیں۔

"آج اتنے عرصے بعد اسے خواب میں دیکھا ہے، اتنا خوش، اتنا مگن، مگر میرے ساتھ۔" عنادل نے الجھتے ہوئے خود سے سوال کیا، پچھلے کچھ دنوں سے اس کا دل بلاوجہ ہی بہت اداس سا اور پریشان تھا مشعل کی طرف سے عجیب سے واہمے اسے ستا رہے تھے، آج خواب میں اسے دیکھ کر مطمئن تو ہوا تھا مگر اسے اپنے خواب کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

اور پھر سمجھ اس دن آئی جب اسے ڈاک کے ذریعے ایک پیکٹ وصول ہوا تھا، جس پہ بھیجنے والے نے اپنا نام سسٹر ماریہ لکھا تھا اور ایڈریس لندن کے ایک ٹرسٹ ہاسپٹل کا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات تھی جب زویا کی شادی کے دن تھے اور عنادل کو ایک دوپہر ایک پارسل وصول ہوا تھا پھر اس کو کھولتے ہی اس پہ حقیقت کے ایسے در کھلے تھے کہ وہ حیرت وصدمے سے گنگ ہو کر رہ گیا تھا اس سیاہ جلد والی ڈائری نے اسے کسی کی ذات کے ان چور گوشوں تک پہنچا دیا تھا، جو ایک راز کی طرح سے کسی کے دل کے نہاں خانوں میں پوشیدہ تھے۔

زویا کی شادی میں اس نے کیسے خود کو سنبھالا اور کمپوز کیا تھا یہ وہ جانتا تھا یا اس کا خدا۔

زویا کی مہندی والی رات مشعل کی یادوں کی یلغار سے بچنے کے لئے وہ سڑک پہ گاڑی دوڑاتا، اِدھر سے اُدھر پھرتا رہا اور پھر تھک ہار کے گھر پہنچ کر اس سیاہ جلد کی ڈائری کو کھول کر بیٹھ گیا تھا۔

جس کے پہلے صفحے پہ عنادل کے نام کے ساتھ اس نے بہت خوبصورت لکھائی میں لکھا تھا۔

"ان خوابوں کے نام، جنہیں دیکھا تمہاری آنکھوں نے تھا اور انہیں جیا میں نے۔" عنادل نے اگلا صفحہ پلٹا تو ان دنوں میں واپس پہنچ گیا جب عدیلہ نے مشعل اور حاشر کے واپس لندن جانے کا بتایا تھا۔

☆☆☆

اپنے عجیب وغریب خواب میں الجھی مشعل اگلی صبح آفس بھی نہ جاسکی، اس کے دل عجیب پریشان اور الجھا الجھا ہوا تھا، سارا دن ایسے ہی گزرا، رات ہو چکی تھی اور حاشر کا کچھ پتا نہیں تھا، اس کا موبائل بھی آف جا رہا تھا، رات کا درمیانی پہر شروع ہو چکا تھا، مشعل پریشان سی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی، اسی وقت کسی نے فلیٹ کے لاک میں چابی گھمائی تو مشعل نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، جہاں سے حاشر لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ اندر داخل ہو رہا تھا، اس نے ہاتھ میں ایک فائل بھی پکڑی ہوئی تھی۔

"حاشر تم نے پھر پی ہے تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ یہ سب چیزیں چھوڑ دو گے۔" مشعل نے اپنے پاس آتے حاشر کو بے یقینی سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

حاشر اس کے قدموں کے پاس ہی نیچے قالین پہ بیٹھ گیا اور بے ہنگم انداز میں ہنسنے لگا، پھر اچانک ہی وہ زور زور سے رونے لگا، مشعل نے پریشان نظروں سے اس کی طرف دیکھا جواب روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مشعل آج سب ختم ہو گیا، سب کچھ میں نے تمہارا دل دکھایا تھا، تمہیں دھوکہ دے کر دوسری عورتوں کے پاس جاتا رہا، شراب اور شباب کے نشے میں سب بھول گیا تھا اور جب میں نے سچے دل سے توبہ کی اور تمہاری طرف ایمانداری سے قدم بڑھایا تھا کہ اچانک قسمت نے ایسا وار کیا ہے کہ سب کچھ ختم ہو کر رہ گیا ہے۔" حاشر نے روتے ہوئے کہا تو مشعل اس

کی عجیب وغریب باتیں سن کر گھبرا اٹھی اور اسے کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔

"کیا ہو گیا ہے حاشر تمہیں، اس طرح کیوں کہہ رہے ہو؟" حاشر نے اپنے کندھے پہ دھرا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"مشعل! ابھی تمہیں سب پتا چل جائے گا مگر میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ تم سب کچھ جاننے کے بعد مجھے سچے دل سے معاف کر دینا، تم بہت اچھی اور معصوم ہو، افسوس کہ میں نے وقت پہ تمہاری قدر نہیں کی اور شاید مجھے اسی بات کی سزا ابھی ملی ہے مگر تمہیں کیوں......" حاشر نے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کچھ کہنا چاہا اور پھر فائل اس کی گود میں رکھ کر لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر اندر کمرے کی طرف بڑھ گیا، کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے مڑ کر حسرت و یاس بھری نظروں سے مشعل کی طرف دیکھا تھا جو فائل کھول رہی تھی اور اندر جا کر کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔

مشعل نے الجھے الجھے انداز میں اسے اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا پھر کچھ سوچ کر گود میں موجود فائل کو کھول کر دیکھنے لگی، تو چونک گئی یہ وہ ٹیسٹ کی رپورٹس تھیں جو ڈاکٹر نے کچھ دن پہلے کروائے تھے۔

مشعل نہ سمجھی کے عالم میں ایک ایک صفحے کو پلٹتی یک دم سے بری طرح سے ٹھٹک کر رک گئی اس کی نظروں کے سامنے زمین وآسمان گھومنے لگے تھے اور وہ پھٹی پھٹی نظروں سے صفحے پہ نظریں جمائے بیٹھی ہوئی تھی، اچانک فائل سمیت سارے پیپرز اس کی گود سے پھسل کر نیچے جا گرے تھے۔

مگر اس کی نظروں کے سامنے ابھی بھی ریڈ پن سے انڈر لائن کئے وہ لفظ گھوم رہے تھے۔

حاشر اور مشعل کو ایڈز جیسا مرض لگ چکا تھا، ان کی رپورٹس کے مطابق دونوں +HIV تھے، حاشر کی بیماری کافی آگے جا چکی تھی جبکہ مشعل کو زیادہ وقت نہیں ہوا تھا اس کا علاج ممکن تھا اب اسے حاشر کی ساری ادھوری باتیں سمجھ آنے لگی تھیں، اس نے زندگی کا یہ رخ اس بدصورت پہلو پہ کبھی نہیں سوچا تھا۔

حاشر کی غلط صحبت نے اس کے ساتھ ساتھ مشعل کی زندگی کو بھی روگ لگا دیا تھا، نجانے مشعل کو اس گم صم حالت میں بیٹھے کتنی دیر ہو گئی، آنسوؤں سے تر چہرے کو صاف کرتے ہوئے اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا جو صبح کے سات بجا رہے تھے، ساری رات اس نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے گزار دی تھی، مشعل نے آج بہت دکھی دل سے اپنے اللہ سے شکوہ کیا تھا، جس نے اس کی زندگی میں کوئی خوشی بھی مکمل نہیں لکھی تھی۔

"مرنا تو ہے ہی تو کیوں ناں ہم اس وقت کا اور بیماری کا سامنا مل کر ہمت و بہادری سے کریں۔" مشعل کے ذہن میں ایک سوچ لہرائی اور وہ ایک عزم کے ساتھ اٹھی اور اپنے آنسو پونچھتی ہوئی حاشر کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

کمرے میں ہر سو اندھیرا سا چھایا ہوا تھا، مشعل نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی تو حاشر کو بیڈ پہ آڑھا ترچھا لیٹے ہوئے پایا، مشعل دھیرے دھیرے چلتی اس کے پاس آئی، اچانک اسے غیر معمولی پن کا احساس ہوا تھا وہ جھک کر حاشر کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگی اور پھر ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹی تھی۔

اس نے بے یقینی سے اس کے بے جان اور سرد وجود کو دیکھا اور اس کے پاس نظریں دوڑانے پہ اسے نیند کی گولیوں کی خالی شیشی اور ایک سفید کاغذ نظر آ گیا، مشعل نے لرزتے ہاتھوں کے

ساتھ کاغذ پہ لکھی تحریر پڑھنے لگی۔
"مشعل! میں تمہارا گناہ گار ہوں، یہ انکشاف ہونے کے بعد کہ میں ایڈز جیسے لاعلاج مرض کا شکار ہوگیا ہوں میں اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتا کہ لحہ بہ لحہ اپنی طرف بڑھتی موت کو دیکھ سکوں، اس لئے میں اس زندگی سے نجات حاصل کر رہا ہوں، مجھے اعتراف ہے کہ میں بہت کمزور اور بزدل مرد ہوں، ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا اور میری ڈیڈ باڈی میرے والدین تک پہنچا دینا، تمہارا مجرم، حاشر علی۔"
مشعل کے ہاتھوں سے خط چھوٹ کر نیچے جا گرا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حاشر کے مردہ وجود کو دیکھنے لگی۔
جس نے ساری زندگی حرام کھانے اور کمانے میں لگا دی تھی اور مرتے وقت بھی اپنے لئے حرام موت کو چنا تھا۔

☆☆☆

بعد کے سارے مرحلے بہت تیزی سے طے ہوئے تھے حاشر کے پوسٹ مارٹم کے بعد اور اس کی وصیت کے مطابق اس کی ڈیڈ باڈی اس کے والدین تک پہنچا دی تھی اس کی تمام سیونگ اور ملنے والے واجبات بھی مشعل نے اس کے والدین کے نام ٹرانسفر کر دیئے تھے۔
اور خود اپنی ذاتی سیونگ میں سے لندن جانے کی تیاری کرنے لگی تھی، وہ حاشر کی طرح بزدل نہیں تھی، وہ حرام موت کو گلے نہیں لگا سکتی تھی اسے جینا تھا جب تک اس کے رب نے اس کی سانسیں لکھی ہوئیں تھیں، جب عدیلہ مشعل سے ملنے آئی تو اس کے گلے لگ کر بہت روئی تھی، اتنی معصوم اور پیاری لڑکی اتنی خوفناک بیماری کا شکار ہوگئی تھی، مشعل نے سختی سے اسے کچھ بھی کسی کو بھی بتانے سے منع کیا تھا، خاص کر عنادل کو۔
مگر جب عدیلہ نے اسے عنادل کی بے چینی اور مشعل کے بارے میں آنے والے پریشان کن خوابوں کا بتایا تو مشعل چپ رہ گئی۔
پھر بے حد اصرار کر کے عدیلہ نے اسے ایک بار لندن جانے سے پہلے آخری بار عنادل سے ملنے کا کہا تھا کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ مشعل کے اس طرح اچانک غائب ہونے یا چلے جانے سے عنادل کبھی بھی سنبھلے گا نہیں اور ساری عمر ایک آس اور امید میں گزار دے گا اور تبھی مشعل آخری بار عنادل سے ملنے گئی تھی، جو اس کے اپنے دل کی بھی خواہش تھی اور جس کا اندازہ اسے لندن پہنچ کر ہوا تھا۔

☆☆☆

وہ رگ جاں میں اتر آیا لہو کی صورت
دامن دل یہ بتا تجھ کو بچاؤں کیسے

"میں تمہارے ساتھ تمہارے سارے خواب جینا چاہتی ہوں، میں تمہارے خوابوں کی بارش میں بھیگنا چاہتی ہوں، تم حیران ہو گے یہ جان کر کہ میں ایسا کیوں چاہتی ہوں جبکہ میں نے ہمیشہ تمہاری حوصلہ شکنی کی تھی تمہاری محبت کو بھی تسلیم نہیں کیا تھا، اس لئے عنادل کہ اس وقت میں کسی کی پابند تھی، میں نے اپنی پوری ایمانداری اور سچائی کے ساتھ حاشر کے ساتھ بنے اپنے رشتے کو نبھایا تھا، مگر اس کی موت کے بعد میں ہر پابندی ہر قید سے آزاد ہو گئی تھی، تب ہی لندن آنے کے کچھ عرصے بعد مجھ پہ انکشاف ہوا تھا کہ دراصل تم میرے لئے کیا تھے؟ میں نے جس چیز کو معمولی سمجھ کر ہمیشہ نظر انداز کیا تھا اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ان کی اہمیت کا احساس ہوا تھا، لندن آنے کے بعد میں نے ایک ٹرسٹ ہاسپٹل میں پناہ لے لی تھی، جہاں میں اپنی بیماری

سے لڑنے کے ساتھ ساتھ دکھی انسانیت کی خدمت بھی کرتی تھی اور اس دوران ہی مجھ پہ پے در پے کئی انکشافات ہوئے تھے کہ میں حیران رہ گئی تھی، تمہاری یاد کی مہک میری ہر سانس کے اندر رچی بسی تھی، تمہاری کہی ایک ایک بات تمہارا ایک ایک خواب مجھے ایسے ازبر تھے جیسے یہ میری اپنی باتیں ہوں، میرے اپنے خواب ہوں، تم اس طرح مجھ میں سما گئے تھے کہ خود میرا اپنا وجود کہیں گم ہو کر رہ گیا تھا، تب مجھے پہلی بار تمہاری محبت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوا تھا تب مجھے پتا چلا کہ میں جو ہر وقت اپنے رب سے محروم رہ جانے کا شکوہ کرتی تھی دراصل کتنی امیر اور مالا مال تھی، جسے اس دنیا میں ایسی سچی اور خالص محبت مل جائے جو دنیا کی ہر غرض سے پاک تھی، جس میں ایک دوسرے کے وجود پہ محبت الہام بن کر اترتی تھی پھر وہ شخص محروم کیسے رہ سکتا تھا، ہاں میں بھی نہیں ہوں، اس لئے کہ میرے پاس شکر کرنے کے لئے تمہاری محبت کا سرمایہ تھا پھر میں نے اپنے رب سے شکوہ کرنا چھوڑ دیا اور اپنی ہر تکلیف پہ صبر کرنا شروع کیا اس تکلیف دہ بیماری سے لڑنے میں تم نے تمہاری محبت نے مجھے بہت سہارا دیا تھا، تم ٹھیک کہتے تھے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی ذات کے گمشدہ حصے ہیں، جو ایک نہ ایک دن ضرور ملیں گے، چاہے یہ دنیا ہو یا وہ دنیا، ہماری تکمیل بھی ضرور ہو گی، کچھ باتوں کی سمجھ بہت دیر سے آتی ہے جب وقت ہمارے پاس نہیں رہتا، حاشر میری زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا مگر وہ میری محبت نہیں تھا، وہ میری ایسی بیساکھی یا سہارا تھا جس کے سہارے میں چلنا چاہتی تھی مگر وہ سہارا کتنا کمزور اور بودا نکلا تھا اب پتا چلا ہے مجھے۔
چلو آج میں تمہیں کچھ سناتی ہوں، ہر بار تم ہی مجھے شاعری سناتے تھے ناں آج میں تمہیں تمہارے ہی لفظ لوٹاتی ہوں۔"

تجھے اس قدر ہیں شکایتیں
کبھی سن لے میری حکایتیں
تجھے گر نہ کوئی ملال ہو
میں بھی ایک تجھ سے گلہ کروں
نہیں اور کچھ بھی جواب اب
میرے پاس تیرے سوال کا
تو کرے گا کیسے یقین میرا
مجھے تو بتا دے میں کیا کروں
یہ جو بھولنے کا سوال ہے
میری جان یہ بھی کمال ہے
تو نماز عشق ہے جان جہاں
تجھے رات و دن میں ادا کروں
تیرا پیار تیری محبتیں
میری زندگی کی عبادتیں
جو ہو جسم و جاں میں رواں دواں
اسے کیسے خود سے جدا کروں
تو ہے دل میں تو ہی نظر میں ہے
تو ہے شام تو ہی سحر میں ہے
جو نجات چاہوں حیات سے
تجھے بھولنے کی دعا کروں

"کیا عشق کی بارگاہ میں میری نماز محبت بھی قبول ہوگی؟ میں تمہیں ہمیشہ کہتی تھی ناں کہ مجھے بھول جانا مگر آج نہیں کہوں گی، آج تو میں یہ کہوں گی کہ عنادل! مجھے ہمیشہ یاد رکھنا، ایک دعا کی طرح، تمہارے دل کا جو کونہ میرے لئے مختص ہے اسے میرا ہی رہنے دینا میرا جسم فنا ہو جائے گا مگر میری روح تم میں تمہارے دل کے اس کونے میں رہے گی، جسے میں تمہاری محبت کے رنگوں کے پھولوں سے سجاؤں گی پھر مجھے کسی چیز کا کسی موت کا کسی جدائی کا خوف نہیں ہو گا، ہم اس

جہاں میں ملیں گے وہ دنیا وہ جہاں ہمارا ہو گا، صرف ہمارا، دیکھو میں نے تمہارے ساتھ بیتے ایک ایک پل کو اس ڈائری میں قید کر لیا ہے اور میں روز گھنٹوں اکیلے بیٹھ کر اسے پڑھتی ہوں، تمہارے ساتھ گزارے ایک ایک لمحے کو یاد کرتی ہوں، تمہاری میلز کی ہوئیں تصویریں دیکھتی ہوں اپنی ساری فیملی کے ساتھ تمہیں خوش و مطمئن دیکھ کر بہت اچھا لگتا ہے، میں آج ایک اعتراف کرتی ہوں عنادل کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے، مجھے تو تمہاری محبت سے عشق ہے وہ عشق جو مجھے لمحہ بہ لمحہ فنا کر رہا ہے اور آج مجھے اپنے اس خواب کا مطلب سمجھ میں آیا ہے جب میں عشق کی آگ میں مقید لمحہ بہ لمحہ جل رہی ہوں بجھ رہی ہوں، میرے مرنے کے بعد سسٹر ماریہ میری یہ ڈائری تم تک پہنچا دے گی، اس لئے کہ یہ ہمارے خواب ہیں اور اس پہ صرف ہم دونوں کا ہی حق ہے، میری وصیت کے مطابق مجھے مما اور پاپا کے پاس ہی دفنایا جائے گا مگر عنادل میری ایک آخری خواہش ہے کہ تم چاہے زندگی میں ایک بار ہی سہی مگر میری قبر پہ فاتحہ پڑھنے ضرور آنا اور میری قبر کی مٹی کو ضرور چھونا، تم نے ایک بار کہا تھا ناں کہ محبت میں پارس صرف ایک ہی شخص ہوتا ہے جو ہمیں چھو کر سونے کا بنا دیتا ہے تم بھی میری مٹی کو چھو کر اسے سونا بنا دینا کہ سچی محبت کرنے والے کی طلب صرف یہی ہوتی ہے۔

☆☆☆

عنادل نے جلتی آنکھوں میں آئی نمی کو دھیرے سے صاف کیا اور ڈائری بند کر کے اس پہ اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

مشعل کی ڈیتھ اسی دن ہوئی تھی جس دن عنادل نے پانچ سال بعد اسے اپنے خواب میں ایک سرسبز وادی میں اپنے ساتھ ہنستے بولتے دیکھا تھا اسے اپنے خواب کا مفہوم سمجھ آنے لگا تھا وہ سچ میں سمندر کی طرح گہری تھی، جس نے اپنے دل کی خبر کبھی اسے ہونے نہیں دی تھی۔

عنادل کے یہ احساس کتنا تکلیف دہ اور اذیت ناک تھا کہ مشعل ایک تکلیف دہ بیماری کا شکار ہو کر مری ہے، عنادل کے نہ بہنے والے آنسو اس کے دل میں ناسور بن چکے تھے جن کا کوئی مرہم کوئی علاج نہیں تھا۔

ایک تیرا ہجر دائمی ہے مجھے
ورنہ ہر چیز عارضی ہے مجھے

☆☆☆

عنادل نے عقیدت اور محبت سے دھیرے سے ہاتھ پھیر کر اس جگہ پہ رہ جانے والے مشعل کے لمس کو محسوس کیا، بقول سسٹر ماریہ کے کہ مشعل اپنا فارغ وقت اسی بینچ پہ بیٹھ کر گزارتی تھی، یہ بینچ ہاسپٹل کے باغ کے کونے پہ تھا، جس کے اوپر ٹنڈ منڈ درخت خزاں کی آمد کا پتا دے رہا تھا، بنچ پہ اور اس کے آس پاس گھاس پہ زرد پتے بکھرے ہوئے تھے۔

عنادل کو لندن آئے کچھ دن ہی ہوئے تھے وہ مشعل کی آخری خواہش کو پورے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے دل کے ہاتھوں بھی مجبور ہو کر آیا تھا، جو اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دے رہا تھا۔

سسٹر ماریہ نے نم آنکھوں کے ساتھ مشعل کے روز و شب کے بارے میں عنادل کو بتایا تھا، عنادل نے بہتی آنکھوں کے ساتھ کونے میں موجود زرد پتوں سے بھرے اس بینچ کو دیکھا جس پہ مشعل کی مختلف پرچھائیں ثبت ہو گئیں تھیں کبھی ڈائری پہ جھکے کچھ لکھتے ہوئے کبھی شال کو اپنے گرد لپٹے دونوں بازوؤں گھٹنوں کے گرد لپیٹے اسے سوچتے ہوئے۔

عنادل ہاسپٹل سے نکل کر مشعل کی قبر پہ پہنچا تو اس کی قبر کی مٹی کو ہاتھ میں لے کر ہچکیاں لے لے کر رویا تھا، اس کے چھونے سے اس کے آنسوؤں سے وہ مٹی سنہری ہو گئی تھی اور اس کی طرح وہ سنہری جھیلی جیسی آنکھوں والی لڑکی اس مٹی تلے کتنی گہری نیند سو رہی تھی، عنادل نے اپنے چہرے پر سے آنسوؤں کو صاف کیا اور جھک کر مشعل کی قبر کی مٹی کو چوما اور بجھے دل کے ساتھ قبرستان سے نکل آیا۔

لندن کی سڑکوں پہ اپنے لانگ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے جا بجا بکھرے خشک اور زرد پتوں کو قدموں تلے روندتا وہ اردگرد سے بے نیاز نظر آ رہا تھا۔

اس کی نظریں اپنے دل کے اس کونے پہ مرکوز تھیں جہاں وہ بڑی شان اور خوشی کے ساتھ رہ رہی تھی، ہنستے مسکراتے کچھ گنگناتے ہوئے وہ پھولوں کو چنتی اس کی طرف ہاتھ ہلا کر اپنی طرف بلا رہی تھی۔

عنادل نے ایک آزردہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے اپنے دل کی سرزمین پہ پھول چنتے ہوئے دیکھا اور بہت آرام اور آہستگی کے ساتھ اپنے دل کا دروازہ بند کر دیا تھا، تاکہ اب کی بار دنیا کا کوئی غم کوئی دکھ اس کی مشعل کو ڈسٹرب نہ کر سکے وہ یہاں محفوظ تھی، ہمیشہ کے لئے اسے اپنے صبر اور شکر کا بہت اچھا صلہ ملا تھا۔

اور عنادل کا کیا ہے؟ اسے اب تا حیات اپنی محبت کی نگرانی تو کرنی ہی تھی جو وہ اس کی زندگی میں نہ کر سکا تھا، اب کچھ سزا تو اس کا حق بنتی تھی ناں اور محبت میں انتظار سے بڑی کیا سزا ہونی تھی۔

یہ گہری درد کی شدت سے
سسکتی آنکھیں
اور اوپر سے
تیرے وصل کے خوابوں کا عذاب
روز آنگن میں کھڑے
پیڑ سے گرتے پتے
اور سر شام
پرندوں پہ گزرتی آفت
نبض اور دل کی بغاوت سے
تڑپتی ہے حیات
اس بھرے شہر میں
بڑھتا ہوا لوگوں کا قحط
روز ہوتی ہے میرے ساتھ
دیواروں کی جھڑپ
روز اک سانس کو
پھانسی کی سزا ملتی ہے
اب تو آجا
اب تو آجا
اے میری جاں کے
پیارے دشمن
اب تو آجا
کہ
تیرے ہجر کے
قیدی کو یہاں
روز اس شہر میں
مرنے کی دعا ملتی ہے

☆☆☆